ماهنامه

انصار اللہ

ربوہ

اگست ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر

نصراللہ خاں ناصر

زندہ دلیل

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر ملتے ہیں۔ جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھویا نہ جائے۔ اور اس کا ثبوت خود خدا تعالیٰ کے کلام سے ملتا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:- ۳۲) اور خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل میں ہوں ان نشانات کے ساتھ جو خدا تعالیٰ کے محبوبوں اور ولیوں کے قرآن شریف میں مقرر ہیں۔ مجھے شناخت کرو۔"

(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ ۱۳۲)

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ظہور ۱۳۷۷ ہش

اگست ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:- قاضی منیر احمد

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

25/8/98

اس شمارہ میں

جلد نمبر ۳۹ ٭ شمارہ نمبر ۸

شرح چندہ:

پاکستان ـــــ ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ـــــ چھ روپے

اداریہ

۱۴ اگست ـــ یومِ آزادی ـ اور اُس کے تقاضے

۱۴ اگست ـــ یومِ آزادی، ہر مُحبِّ وطن پاکستانی کو ایک خوشگوار ماضی کی یاد دلاتا ہے مسلم لیگ نے ایک لمبے عرصہ کی جدّوجہد کے بعد آزادی کا پھل پایا اور مملکتِ خداداد پاکستان کا وجود عمل میں آیا ۔ اس دن کے لئے برِّصغیر کے مسلمانوں نے غیر معمولی قربانیاں دیں، قومی اتحاد اور یک جہتی کی ایک شاندار مثال قائم کی ۔ قائدِاعظم محمد علی جناح اور آپ کے ساتھیوں نے شب و روز کی اَن تھک محنت اور جانفشانی سے آزادی کی نعمت پائی جہاں ہندو اکثریت کے تسلّط سے آزادی حاصل ہوئی اور اپنے دینِ حق کے مطابق زندگی کا دستور العمل بنانے کا موقعہ میسّر آیا ـــ جہاں ہر ایک نے آزادیٔ ضمیر کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تمنّا پوری کی ۔

کون نہیں جانتا کہ قائدِاعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے راستے میں کیا کیا رکاوٹیں تھیں ۔ سالارِ قافلہ کے کون کون مخالف و معاند تھے ۔ ہندو اکثریت کی نمائندہ جماعت انڈین نیشنل کانگریس کی گود میں پلنے والی مذہبی جماعتیں اور بعض اسلامی کہلانے والی تنظیمیں تھیں جنہوں نے ایڑی سے چوٹی تک زور لگایا کہ ایک آزاد مسلم ریاست منصّۂ شہود میں نہ آئے مگر یہ خدا کی تقدیر تھی ہم ۱۴ اگست کو آزادی کے دلکش لفظ سے روشناس ہوئے اور پاکستان کا وجود دُنیا کے نقشہ پر اُبھرا اور سبز ہلالی پرچم وطن کی رفعتوں میں لہرایا ۔

تحریکِ آزادی کا ماضی جہاں بڑا تابناک ہے وہاں بعض تکلیف دہ یادوں کی خلش بھی رکھتا ہے کیونکہ اب بعض تاریخی حقائق کو مسخ کیا جا رہا ہے ۔ پاکستان کو "ناپاکستان" اور "پلیدستان" کا نام دینے والے اور اسے "جنّت الحمقاء" سے ملقّب کرنے والے پاکستان کے بانی اور معمار ہونے کے دعویدار بن گئے ۔ ستم ظریفی یہ کہ عوام کا حافظہ کمزور رہے جنہوں نے ان خود ساختہ "معماروں" کو ہمدرد سمجھ لیا مگر تاریخی حقائق پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا ۔

یہ امرِ واقعہ ہے کہ آزادی کے لئے جماعتِ احمدیہ کو شاندار خدمات کی توفیق ملی ۔ قیامِ پاکستان کے لئے رُبع صدی کی جدّوجہد ایک شاندار ریکارڈ ہے ۔ یہ جدّوجہد حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد

امام جماعتِ احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ..... نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کے پہلو بہ پہلو سرانجام دی۔ بیسویں صدی کی چوتھی دہائی تھی۔ جنگِ آزادی پورے زور و شور سے لڑی جارہی تھی۔ انڈین نیشنل کانگریس ہندو اکثریت کے تحفّظات و حقوق کے لئے بہت آگے نکل چکی تھی جبکہ مسلم اتحاد انتشار کا شکار ہو چکا تھا اور بانیٔ پاکستان انڈین سیاست سے بد دل ہو کر انگلستان جا پہنچے تھے مگر قوم کو ایسے راہنما کی ضرورت تھی۔ اس وقت مسلمانوں کے حقوق کے لئے حضرت امام جماعتِ احمدیہ قولاً و عملاً آزادی کی جدّ و جہد میں مصروف تھے۔ آپ نے قائدِ اعظم کو واپس وطن آکر قوم کی قیادت سنبھالنے کی تحریک کی۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحیم دردؔ صاحب کو اِس کام کے لئے مامور کیا گیا حضرت مولانا دردؔ صاحب نے قائدِ اعظم کو واپس وطن آنے پر مجبور کیا۔

بانیٔ پاکستان نے احمدیہ مشن ہاؤس لندن میں تشریف لاکر "ہندوستان کا مستقبل" کے موضوع پر تقریر کی اور مندرجہ ذیل تاریخی الفاظ کہے :-

"THE ELOQUENT PERSUASION OF THE IMAM LEFT ME NO ESCAPE."

کہ امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی۔

برٹش اور انڈین پریس میں اِس تقریر کی وسیع اشاعت ہوئی۔ اخبار سنڈے ٹائمز لندن ۹ اپریل ۱۹۳۳ء کے علاوہ متعدد ہندوستانی انگریزی اخبارات نے اس کا تذکرہ کیا۔

قائدِ اعظم محمد علی جناح کے دوبارہ عملی سیاست میں آجانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... نے مسلم لیگ کی بھرپور مدد کی اور دامے درمے قدمے سُخنے قائدِ اعظم کا ساتھ دیا۔ ہر مرحلہ اور موقعہ پر خصوصاً ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں جماعتِ احمدیہ نے مسلم لیگ کو کامیاب کرایا اور جماعتِ احمدیہ کے مخالف مولانا ظفر علی خاں صاحب کو مسلم لیگ کا نامزد امیدوار ہونے کے ناطہ منتخب کیا۔ پھر پنجاب کی یونینسٹ پارٹی کے وزیرِ اعلیٰ سردار خضر حیات کو استعفیٰ دینے پر راضی کیا جس سے قیامِ پاکستان کی راہ ہموار ہوئی اور جب پاکستان بنا تو جماعتِ احمدیہ نے اپنا مرکز تک مسلم قومیّت کا ساتھ دیتے ہوئے چھوڑا اور پاکستان ہجرت کی۔ جو اِس بات کا ثبوت تھا کہ جماعتِ احمدیہ قومی مفادات اور حقوق سے ہم آہنگ ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ اس نوزائیدہ مملکت کی تعمیر و استحکام کے لئے قربانیاں دیں۔

اِس موقعہ پر حضرت امام جماعتِ احمدیہ نے یہ اہم اعلان فرمایا :-

"پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اِس لحاظ سے بڑی اہمیّت رکھتا ہے کہ اب

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسّر آگیا اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصّہ لے سکتے ہیں۔ اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ ان کو اختیار کریں تو دُنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت شاندار ہو سکتا ہے"۔

حضرت امام جماعتِ احمدیہ نے اِس نہایت پُرشوکت اعلان کے علاوہ پاکستان کی تعمیر و استحکام کے لئے قومی یک جہتی، اتحادِ ملّی، دستور سازی، بین الاقوامی تعلقات، دفاعی اور اقتصادی مسائل پر قائدین اور اربابِ سیاست کی راہنمائی کی اور آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ جہاں بھی پاکستانیت متاثر ہوئی وہاں اس راہنمائی کو نظرانداز کرنے کا نتیجہ تھا۔

وطن کو آزاد ہوئے اب پچّاس سال سے زیادہ ہو گئے مگر آزادی کے ان تقاضوں کو فراموش کیا جا رہا ہے جو پاکستان کی بنیاد تھے۔ دینی، اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی اور بین الاقوامی مسائل ابھی روزِ اوّل جیسے ہیں۔ انسانی حقوق کا صرف نام ہے۔ کمزوروں، غریبوں، مزدوروں، کسانوں، عورتوں، بچّوں اور مذہبی اقلیّتوں کے حقوق متاثر ہیں یہاں تک کہ امنِ عامہ اُٹھ چکا ہے۔

قرآن و سُنّت نے اِن تمام مسائل کا حل بتا دیا ہے۔ انہی تعلیمات پر چل کر ہم ان مسائل سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ یَدُ الْعُلْیَا کو بہتر قرار دیا گیا ہے اور ہاتھ پھیلانے کا کوئی جواز نہیں ہے پھر ظالم کا ہاتھ ظلم سے روک کر اور مظلوم کی مدد کر کے معاشرہ پر ذمّہ داری ڈالی گئی کہ وہ ظلم کو روکیں بلکہ ایک حدیثِ رسول ؐ کے مطابق توجّہ دلائی گئی "اِیَّاکُمْ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ وَاِنْ کَانَ کَافِرًا ..... کہ خبردار بے شک کوئی کافر اور غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اس پر ظلم نہ کرو۔ اس کی بَددُعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پَردہ نہیں۔ اِس طرح اِس واضح حکم کے تحت خواہ کوئی کسی جنس، طبقہ، فرقہ یا مذہب سے متعلق ہو دینِ حق کے نام پر قائم ہونے والی مملکت انہیں ظلم کا شکار نہیں دیکھ سکتی انہیں حقوق دینے اور دلانے کی ذمّہ دار ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر وطنِ عزیز کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس سے پاکستانی قوم کا سر فخر سے بلند ہو گا۔ خدا کرے کہ ہم آزادی کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اپنی ذمّہ داریاں پوری کریں تا کہ اللہ کے حقیقی عبد بن کر خاکِ وطن پر سربسجود ہوں۔

○

امام الکلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات نبوت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا اور نہ صرف اسقدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے ان سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جبکہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا۔ اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا۔ اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا جبکہ لاکھوں انسان شرک اور بت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہ راست اختیار کر چکے تھے۔ اور در حقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے با خدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت ان میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا۔ بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا۔ پس بلا شبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔ ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفات جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی۔ ...."

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۶ - ۲۰۷)

کلام الامام

خدا تعالیٰ سے محبت اور اس کی عبادت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... فرماتے ہیں :-

" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی عشق الٰہی میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے باوجود بہت بڑی جماعتی ذمہ داری کے دن اور رات آپ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ نصف رات گذرنے پر آپ خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے کھڑے ہو جاتے اور صبح تک عبادت کرتے چلے جاتے یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے اور آپ کے دیکھنے والوں کو آپ کی حالت پر رحم آتا تھا۔ حضرت عائشہ ؓ کہتی ہیں ایک دفعہ میں نے ایسے ہی موقعہ پر کہا یا رسول اللہ آپ تو خدا تعالیٰ کے پہلے ہی مقرب ہیں آپ اپنے نفس کو اتنی تکلیف کیوں دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ! اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا جب یہ بات سچی ہے کہ خدا تعالیٰ کا میں مقرب ہوں اور خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کر کے مجھے اپنا قرب عطا فرمایا ہے تو کیا میرا یہ فرض نہیں کہ جتنا ہو سکے میں اس کا شکریہ ادا کروں۔ کیونکہ آخر شکر احسان کے مقابل پر ہی ہوا کرتا ہے۔

آپ کوئی بڑا کام بغیر اذن الٰہی کے نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ باوجود مکہ کے لوگوں کے شدید ظلموں کے آپ نے مکہ اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی نازل نہ ہوئی اور وحی کے ذریعہ سے آپکو مکہ چھوڑنے کا حکم نہ دیا گیا۔ .... خدا کا کلام آپ سنتے، تو بے اختیار ہو کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ خصوصاً وہ آیات جن میں آپ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن شریف کی کچھ آیات مجھے پڑھ کر سناؤ .... اس پر میں نے سورہ نساء پڑھ کر سنانی شروع کی۔ جب پڑھتے پڑھتے میں اس آیت پر پہنچا، کہ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا۔ یعنی اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر قوم میں سے اس کے نبی کو اس کی قوم کے سامنے کھڑا کر کے اس قوم کا حساب لیں گے اور تجھ کو بھی تیری قوم کے سامنے کھڑا کر کے اس کا حساب لیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بس کرو۔ بس کرو" میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے ٹپ ٹپ کر کے آنسو بہ رہے تھے۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۴۰ - ۲۴۱)

عربی منظوم کلام

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِبَدْرٍ هَاشِمِیٍّ عَرَبِیٍّ وَدَادُهُ قُرْبُ نَاهِيكَ عَنْ قُرَبِ

میری جان فدا ہو اس کامل چاند پر جو ہاشمی عربی ہے۔ آپ کی محبت قربتوں کا ایسا ذریعہ ہے جو تجھے باقی قربت کے ذرائع سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔

نَجَّا الْوَرٰى مِنْ كُلِّ زُوْرٍ وَّمَعْصِيَةٍ وَمِنْ فُسُوْقٍ وَّمِنْ شِرْكٍ وَّمِنْ تَبَبِ

آپ نے مخلوق کو ہر جھوٹ اور گناہ سے نجات دی اور فسق سے ' شرک سے اور ہلاکت سے بھی

فَنُوِّرَتْ مِلَّةٌ كَانَتْ كَمَعْدُوْمٍ ضُعْفًا وَّرُجِمَتْ ذَرَارِی الْجَانِّ بِالشُّهُبِ

پس منور ہو گئی وہ ملت جو معدوم کی طرح تھی ضعف میں۔ اور شیطان کی ذریت شہابوں سے سنگسار کی گئی

وَزَحْزَحَتْ دُخْنًا غَشّٰی عَلٰى مِلَلٍ وَسَاقَطَتْ لُؤْلُوءً رَطْبًا عَلٰى حَطَبِ

اور اس ملت نے ان تاریکیوں کو دور کر دیا جو قوموں پر چھائی ہوئی تھیں اور سوکھی لکڑیوں پر تروتازہ موتی برسا دیئے

وَنَضَّرَتْ شَجَرَ ذِكْرِ اللّٰهِ فِی زَمَنٍ مَحْلٍ يُمِيْتُ قُلُوْبَ النَّاسِ مِنْ لَعِبِ

اور اس ملت نے شاداب کر دیا اللہ کے ذکر کے درخت کو ایسے خشک سالی کے زمانے میں جو دلوں کو کھیل کود سے مردہ کر رہا تھا

فَلَاحَ نُوْرٌ عَلٰى اَرْضٍ مُكَدَّرَةٍ حَقًّا وَّمُزِّقَتِ الْاَشْرَارُ بِالْقُضُبِ

پس ظاہر ہوا ایک نور تاریک زمین پر یقینی طور پر اور پارہ پارہ کر دیئے شریر کاٹنے والی تیز تلواروں سے

وَمَا بَقِیْ اَثَرٌ مِنْ ظُلْمٍ وَّبِدْعَاتٍ بِنُوْرِ مُهْجَةِ خَيْرِ الْعُجْمِ وَالْعَرَبِ

اور ظلم اور بدعات کا کوئی نشان باقی نہ رہا عرب و عجم میں سے بہترین شخص کی جان کے نور کی وجہ سے

(سر الخلافہ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۴۳۰)

فارسی منظوم کلام

○

شانِ احمدؑ را کہ داند جُز خداوندِ کریم　　آنچناں از خود جدا شد کز میاں اُفتاد میم

احمدؑ کی شان کو سوائے خداوند کریم کے کون جان سکتا ہے۔ وہ خودی سے اس طرح الگ ہوگیا کہ میم درمیان سے گرگیا

زاں نمط شُد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد　　پیکرِ اُو شُد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

وہ اپنے معشوق میں اس طرح محو ہو گیا کہ کمال اتحاد کی وجہ سے اس کی صورت بالکل رب رحیم کی صورت بن گئی

بُوئے محبوبِ حقیقی می دمد زاں رُوئے پاک　　ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

محبوب حقیقی کی خوشبو اس کے چہرہ سے آ رہی ہے اس کی حقانی ذات خدائے قدیم کی ذات کا مظہر ہے

گرچہ منسوبم کند کس سُوئے الحاد و ضلال　　چوں دلِ احمدؑ نمے بینم دِگر عرشِ عظیم

خواہ کوئی مجھے الحاد اور گمراہی سے ہی منسوب کرے۔ مگر میں تو احمدؑ کے دل جیسا اور کوئی عظیم الشان عرش نہیں دیکھتا

از عنایاتِ خُدا و از فضلِ آں دادارِ پاک　　دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم

خدا کی مہربانیوں اور اس ذات اقدس کی فضل و کرم سے میں بھی اس کلیمؑ کی محبت کی خاطر فرعونی لوگوں کا دشمن ہوں

آں مقام و مَرتبت خاصش کہ بر من شُد عیاں　　گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہے سلیم!

اس کا وہ خاص مقام اور مرتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ میں اس کا ضرور ذکر کرتا اگر اس راہ میں کوئی سلیم فطرت والا پاتا

در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رَوَد　　ایں تمنا ایں دُعا ایں در دلم عزمِ صمیم

محمدؐ کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہوں۔ یہی میری خواہش ہے یہی میری دعا ہے اور یہی میرا دلی ارادہ ہے

(توضیح مرام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۶۲ - ۶۳)

داڑھی ایک سنت ہے

(ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

"میں امیر صاحب سے انگریزی میں مخاطب تھا کیونکہ یہ اردو نہیں جانتے مگر یہ پیغام ایسا ہے امیر صاحب نے مجھے یاد کرایا ہے کہ جو باتیں انگریزی میں ہوئی ہیں۔ لازماً اردو بولنے والوں کے لئے اردو میں اس کا ترجمہ ضروری ہے۔ میں نے پہلے تو اس بات پر اپنی خفگی کا اظہار کیا کہ میں بارہا یہ کہہ چکا ہوں کہ مجلس انصاراللہ کے سٹیج سے یا کسی بھی ایسی سٹیج سے جس پر میں بھی بیٹھا ہوا ہوں کوئی احمدی جو بغیر داڑھی کے ہے وہ نہ تلاوت کرے گا نہ نظم پڑھے گا اور اس چیز پر سختی سے انگلینڈ میں عمل ہوتا ہے۔ کئی ایسے اچھی آواز والے جن کی داڑھی نہیں تھی پروگرام میں ان کا نام تھا مگر میں نے cancel کر دیا۔ اور پھر وہ دوسری دفعہ آئے اگلے سال تو داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ یہ چیز ہمارے اندرونی اخلاق کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ داڑھی ایک سنت ہے اور اس کو ہم اس طرح اس کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتے کہ جس طرح ہو یا نہ ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انصاراللہ کی عمر میں پہنچ کے جبکہ داڑھیاں بڑھنی ضروری ہیں وہ لوگ جن کی چھوٹی چھوٹی داڑھیاں ہوا کرتی تھیں۔ انصار میں گئے تو پوری داڑھیاں رکھ لیں۔ اس کے برعکس منظر ہو کہ جوانی میں تو تھوڑی بہت توفیق ہو اور انصار میں داخل ہو کر سب کچھ مونڈ دو۔ ہماری سٹیج کو ساری دنیا میں لوگ دیکھتے ہیں اور یہ نمونہ صرف احمدی انصار اللہ کے لئے نہیں بلکہ غیر احمدیوں کے سامنے بھی ہوتا ہے۔ اور وہ جائز اعتراض کریں گے کہ یہ جو سنت کے علمبردار بنے پھرتے ہیں ان کے سٹیج دیکھو کہ کس طرح کے لوگ ان میں شامل ہوتے ہیں اس لئے یہ نہایت ہی نامناسب حرکت ہوئی ہے جو بھی ہوئی ہے میرے نزدیک تو آئندہ سے کوئی بھی کسی مقابلے میں شامل ہی نہ ہو یعنی علمی مقابلہ جات میں جس کی داڑھی نہ ہو۔ ان کو رد کر دیا کریں گھٹیا آوازیں بہتر ہیں اس سے کہ گھٹیا چہرہ ہو۔ اس لئے ان سب کو آئندہ رد کیا جائے گا کسی مقابلے میں وہ انصاراللہ کے شامل نہیں ہوں گے جو بغیر داڑھی کے ہوں اور جہاں تک خدام الاحمدیہ کا تعلق ہے۔ وہاں بھی سٹیج پر بے داڑھی والا نہ تلاوت کرے گا نہ نظم پڑھے گا۔ سمجھ گئے ہیں اچھی طرح۔ آئندہ سے اس بات کی حفاظت کریں۔ یہ رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ کہ داڑھی کو لوگ ترک کر رہے ہیں۔ اور یہ جائز بات نہیں۔ اس کے برعکس بعض غیر احمدی مسلمان داڑھی کے معاملے میں ضرورت سے بھی زیادہ سختی کرتے ہیں مگر چہرہ سجا تو ہوا ہوتا ہے داڑھی سے۔احمدیوں نے یہاں خاص طور پر جرمنی میں تو اپنا شعار ہی بنا لیا ہے کہ داڑھی مونڈو تو پھر احمدی دکھائی دو گے۔ یہ ناقابل برداشت بات ہے آئندہ سے امیر صاحب اور صدر انصاراللہ اور صدر خدام الاحمدیہ ان باتوں کا خیال رکھیں گے۔ انشاء اللہ۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ

نصرت الٰہی، توکل علی اللہ اور حسن اخلاق کے روح پرور واقعات

از قلم:۔ نصراللہ خاں ناصر

(سلسلہ کے لئے دیکھیں شمارہ جولائی ۱۹۹۸ء)

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا - مِنْ ثَنِيَّةِ الْوِدَاعِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکلے تو عجیب تائید الٰہی کا ظہور ہوا۔ اس خالق و مالک کا محاصرین کے قلب و ذہن پر ایسا تصرف ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ کوئی اور شخص ہے اور آپ پر حملہ کرنے کے بجائے سمٹ سمٹ کر چھپنے لگے تاکہ ان کے ارادہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو جائے اس طرح ان کی عقلوں پر پردے پڑ گئے اور دلوں پر لرزا طاری ہوگیا کہ وہ کچھ بھی سمجھ نہ پائے۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شجاع تھے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے وعدوں پر تن تنہا مسلح دشمن کے نرغے سے نکلے۔ باہر آکر آپؐ نے ایک نگاہ کعبہ کی طرف اٹھائی اور فرمایا:۔

"مکہ تو مجھے تمام دنیا سے عزیز ہے مگر تیرے بسنے والے مجھ کو رہنے نہیں دیتے"

آپ کی رفاقت کے لئے حضرت ابوبکرؓ مکہ سے باہر تھے وہ بھی آپؐ کو مل گئے۔ مکہ سے چند میل دور جبل ثور پر پہنچے جہاں ایک دشوار گزار راستہ کو طے کرکے ایک غار میں پناہ لی۔ یہ غار، غار ثور کے نام سے ایک نشان ٹھہری۔

ادھر محاصرین تھوڑی تھوڑی دیر بعد حضور اقدسؐ کے گھر کے اندر جھانک کر دیکھتے تھے تو آپؐ کے بستر کو دیکھ کر مطمئن ہو جاتے مگر صبح کے وقت جب انہیں علم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں نہیں تو ادھر ادھر تلاش میں نکلے۔ صحابہؓ کے مکانات کو دیکھا خصوصاً حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر جاکر شور و غوغا کیا۔ غصہ میں آکر حضرت علیؓ کو پکڑا اور تشدد کیا۔ جب ان باتوں سے کچھ نہ بن پایا تو اعلان عام کیا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مردہ لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ کفار کی یہ پیشکش معمولی نہ تھی۔ یہ انعام درحقیقت ایسے شخص کو سردار تسلیم کرنے کے مترادف تھا۔

جب دشمن اپنی تمام ہوشیاریوں اور تدبیروں کے باوجود ناکام ٹھہرا تو آپؐ کو پکڑنے کے لئے ادھر ادھر آدمی دوڑائے کچھ روساء اپنے ساتھ کھوجی لے کر آپؐ کے پیچھے نکلے جو آپؐ کے قدموں کے نشانات پر چلتے ہوئے

غار ثور تک جا پہنچے۔ یہاں پہنچ کر سراغ رسان نے کہا کہ نشان اس سے آگے نہیں چلتا۔ روساء اور سراغ رسان کے ذہنوں پر پردے پڑ گئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ..... نے سیرت خاتم النبین ؐ میں زرقانی ' تاریخ خمیس کے حوالہ سے یہ روداد یوں بیان کی ہے۔

"سراغ رسان نے کہا کہ بس سراغ اس سے آگے نہیں چلتا اس لئے یا تو محمدؐ یہیں کہیں پاس ہی چھپا ہوا ہے یا پھر آسمان پر اڑ گیا ہے کسی نے کہا کوئی شخص ذرا اس غار کے اندر جا کر بھی دیکھ آئے مگر ایک اور شخص بولا کہ واہ یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے بھلا کوئی شخص اس غار میں جا کر چھپ سکتا ہے یہ ایک نہایت تاریک و تار اور خطرناک جگہ ہے اور ہم ہمیشہ سے اسے اسی طرح دیکھتے آئے ہیں۔ یہ بھی روایت آتی ہے کہ غار کے منہ پر جو درخت تھا اس پر آپؐ کے اندر تشریف لے جانے کے بعد مکڑی نے جالا تن دیا اور عین منہ کے سامنے کی شاخ پر ایک کبوتری نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دئے تھے یہ روایت تو کمزور ہے لیکن اگر ایسا ہوا ہو تو ہرگز تعجب کی بات نہیں۔ مکڑی بعض اوقات چند منٹ میں ایک وسیع جگہ پر جالا بن دیتی ہے اور کبوتری کو بھی گھونسلا تیار کرنے اور انڈے دینے میں کوئی دیر نہیں لگتی اس لئے اگر خدا تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی حفاظت کے لئے ایسا تصرف فرمایا ہو تو ہرگز بعید نہیں ہے بلکہ اس وقت کے لحاظ سے ایسا ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔ بہرحال قریش میں سے کوئی شخص آگے نہ بڑھا اور یہیں سے سب لوگ واپس چلے گئے" (صفحہ ۲۳۷-۲۳۸)

اس روایت کو مواہب لدنیہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس روایت کا اصل راوی عون بن عمرو ہے امام بخاری نے اسے مجہول قرار دیا ہے۔ اس روایت کا ایک راوی ابو مصعب مکی ہے وہ مجہول الحال ہے علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں عون بن عمرو کے حال میں یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں

روایت ہے کہ کفار اس قدر قریب پہنچ گئے تھے کہ ان کے پاؤں غار کے اندر سے نظر آتے تھے اور ان کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ اس موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ گھبرائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ قریش اتنے قریب ہیں کہ ان کے پاؤں نظر آ رہے ہیں اور اگر وہ ذرا آگے ہو کر جھانکیں تو ہم کو دیکھ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی ہرگز فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

پھر فرمایا

"وَمَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا" (بخاری باب مناقب المہاجرین)

یعنی اے ابوبکرؓ تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے

ایک اور روایت میں ہے کہ جب قریش غار کے منہ کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ سخت گھبرا گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پریشانی کو دیکھا تو تسلی دی کہ کوئی فکر کی بات نہیں اس پر حضرت ابوبکرؓ نے رقت بھری آواز

میں کہا۔

"اِنْ قُتِلْتُ فَاَنَا رَجُلٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ قُتِلْتَ اَنْتَ هَلَكَتِ الاُمَّةُ"		(زرقانی)

یا رسول اللہ! اگر میں مارا جاؤں تو میں تو ایک ہی ہوں لیکن اگر خدانخواستہ آپ کو کوئی گزند پہنچے تو پھر گویا ساری امت کو خطرہ ہے۔

اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق یہ الفاظ فرمائے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

قرآن کریم نے غار ثور کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

ترجمہ :- جب اسے کافروں نے دو میں سے ایک کی صورت میں بوقت ہجرت نکال دیا تھا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اور جب وہ اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے کہہ رہا تھا کہ کسی بات پر غم نہ کرو اللہ تعالیٰ یقیناً ہمارے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس پر سکینت نازل کی اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور ان لوگوں کی بات کو نیچا کر دیا جنہوں نے کفر کیا تھا اور اللہ ہی کی بات اونچی ہو کر رہتی ہے اور اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب وہ تن تنہا مکہ سے نکلے تھے اور پھر غار میں دو تھے تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت کے نشان ظاہر کئے اور ان پر اپنی سکینت نازل کی اور یہ ثابت کر دکھایا کہ کلمۃ اللہ ہمیشہ غالب و برتر رہتا ہے۔ تو آئندہ بھی وہ غالب اور حکمت والا خدا اسے غالب رکھے گا۔

غار ثور میں پناہ کا واقعہ بڑی عظمت اور شان کا حامل ہے۔ ظاہری طور پر غار ثور کی پناہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ جب دشمن سر پر تھا ان کے قدم دکھائی دے رہے تھے مہیب اور خطرناک غار میں باہمی سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ تو کفار کی تدبیریں اور منصوبے کو ملیا میٹ کرتے ہوئے خدا کی تدبیر کام کر گئی۔ اور بیت العنکبوت (مکڑی کا جالا) جو بظاہر بہت کمزور تھا قادر و توانا خدا نے اس سے کام کروایا اور دشمن خائب و خاسر واپس لوٹا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادہ پر سکینت نازل کی اور اپنے بندوں کی ایسے طور پر مدد فرمائی جو دنیا کی ظاہر بین نگاہ کے لئے حیران کن تھی

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہؓ کفار کی نقل و حرکت کی روزانہ کی اطلاع غار ثور میں دیا کرتے تھے۔ رات کا اندھیرا ہوتے ہی وہاں پہنچ جایا کرتے اور صبح سویرے واپس آجایا کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ کے خادم عامر بن

فہیرہ کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ دن بھر بکریاں چراتے اور رات کو غار ثور میں دودھ پہنچایا کرتے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ تین رات غار ثور میں ٹھہرے۔

سفر ہجرت کا دوسرا مرحلہ۔ غار ثور سے اہل قبا تک

مورخین کی تحقیق کے مطابق یکم ربیع الاول ۱۴ سن نبوی بمطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ھ (یعنی تیسرے دن صبح) آپؐ غار سے نکلے (بعض کے نزدیک یہ پیر کا دن اور چار ربیع الاول تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے ایک شخص عبداللہ بن اریقط کو جو قبیلہ بنی الدیل سے تھا راستہ دکھانے کے لئے اجرت پر حاصل کر لیا ہوا تھا اونٹنیاں اس کے سپرد کی گئی تھیں وہ تیسرے دن صبح اونٹنیاں لے کر غار ثور پر پہنچ گیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ جبکہ بعض مورخین کے نزدیک رات کو روانہ ہوئے تھے۔ بخاری کی ایک دوسری روایت جو براءؓ بن عازب کے مطابق رات کے سفر کا ذکر ہے۔ قیاس یہی ہے کہ آخر رات یا علی الصبح سفر کا آغاز ہوا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور سے نکل کر اپنی اونٹنی پر جس کا نام القصوا بیان کیا جاتا ہے سوار ہو گئے اور دوسری اونٹنی پر حضرت ابو بکرؓ اور ان کا خادم عامر بن فہیرہ سوار ہوئے۔ اور ترمذی نے بحوالہ زرقانی ان درد بھرے الفاظ کا حضور اقدسؐ کی زبان مبارک سے ادا کئے جانے کا ذکر کیا ہے۔ کہ آپ نے مکہ کی طرف آخری نظر ڈالی اور فرمایا۔

"اے مکہ کی بستی تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے"

اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے کہا

"ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے"

چونکہ دشمن کے تعاقب کا امکان تھا اس لئے یہ مختصر قافلہ اصل راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کے قریب قریب یثرب کی طرف روانہ ہوا اور ایک رات اور دوسرے دن کا کچھ حصہ چلتے رہے دوسرے روز جب دوپہر کو سورج کی تپش تیز ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ کے عرض کرنے پر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں حضور اقدسؐ نے آرام فرمایا۔ آپؐ سو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ادھر ادھر جائزہ لیا۔ ایک چرواہا نظر آیا جس کے پاس چند بکریاں تھیں اس کے ہاتھ صاف کروائے اور بکری کے تھن دھو کر اسے دودھ دوہنے کو کہا۔ اس نے ایک برتن میں دودھ دوہا جسے لے کر حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے وہ دودھ نوش فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ میری طبیعت خوش ہو گئی۔ سورج ڈھلنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی درخواست پر حضورؐ پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔

سراقہ بن جعشم کا تعاقب

(تفصیلی ذکر صحیح بخاری باب مناقب المهاجرین میں ہے)

قریش نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اسے سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ یہ انعام درحقیقت ایسے شخص کی سرداری کو تسلیم کرنے کے مترادف بھی تھا صحیح بخاری باب الہجرۃ اور اسد الغابہ میں سراقہ بن جعشم کے تعاقب کی تفصیل دی گئی ہے جس کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑا دوڑائے ان کے پیچھے آرہا ہے اس پر حضرت ابوبکرؓ گھبرائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کوئی شخص ہمارے تعاقب میں آرہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا

"کوئی فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے"

یہ تعاقب کرنے والا سراقہ بن جعشم تھا جو اپنے تعاقب کی روئیداد یوں بیان کرتا ہے۔ کہ جب قریش نے یہ اعلان کیا جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوبکرؓ کو زندہ یا مردہ لائے گا اسے انعام دیا جائے گا اور اس اعلان کی اطلاع ہمیں بھی ملی اس کے بعد ایک دن میں اپنی قوم بنو مدلج (شاخ بنو کنانہ) کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ قریش میں سے ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں نے ساحل سمندر کی طرف دور سے کچھ شکلیں دیکھی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ شاید وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی ہوں۔ سراقہ کہتا ہے کہ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ ضرور وہی ہوں گے مگر میں نے اسے ٹالنے کے لئے کہا کہ یہ تو فلاں فلاں لوگ ہیں جو ابھی ہمارے سامنے سے گزرے ہیں یعنی اس سے مقصد یہ تھا کہ اس کام کی سرانجام دہی کا فخر خود حاصل کروں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں اس مجلس سے اٹھا اور اپنے گھر آکر اپنی خادمہ سے کہا کہ میرا گھوڑا تیار کر کے گھر کے پچھواڑے میں کھڑا کر دے اور میں چپکے سے نکل گیا اور گھوڑے کو تیز کر کے محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں زمین پر گر گیا لیکن میں جلدی سے اٹھا اور میں نے اپنے رواج کے مطابق فال لی۔ فال میرے منشا کے خلاف نکلی مگر انعام کے لالچ پر میں نے فال کی پرواہ نہ کی اور پھر سوار ہو کر تعاقب میں ہو لیا اور اس موقعہ پر اتنا قریب ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوتِ قرآن کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔ سراقہ کی روایت کے الفاظ ہیں۔

"سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَاَبُوْبَكْرٍ يُكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ"

(بخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ الی المدینہ)

یعنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ آپؐ دائیں بائیں نہیں دیکھتے تھے (یعنی بے خوف و خطر جا رہے تھے) البتہ حضرت ابو بکرؓ (فکر کی وجہ سے) بار بار دیکھتے جاتے تھے۔

سراقہ بیان کرتے ہیں۔ میں جب آگے بڑھا تو میرے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور اس وقت اس کے پاؤں ریت کے اندر دھنس گئے اور میں پھر گر گیا۔ میں نے اٹھ کر گھوڑے کو دیکھا کہ اس کے پاؤں زمین میں اس قدر دھنس گئے تھے کہ وہ زمین سے انہیں نکال نہیں سکتا تھا۔ گھوڑا مشکل سے اٹھا اور اس کے اٹھنے کی کوشش سے میرے اردگرد غبار ہی غبار ہو گیا اس وقت میں نے پھر فال نکالی اور پھر وہی فال نکلی جس پر میں نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو صلح کی آواز دی اس آواز پر وہ ٹھہر گئے چنانچہ میں گھوڑے پر سوار ہو کہ ان کے پاس پہنچا۔ اس واقعہ سے میں سمجھ گیا۔ کہ آپؐ غالب آکر رہیں گے۔ میں نے صلح کے رنگ میں اپنے اس ارادہ کا ذکر کیا جس غرض سے تعاقب کر رہا تھا اور کہا کہ میں اب واپس جاتا ہوں اس کے بعد میں نے انہیں کچھ زاد راہ پیش کیا مگر انہوں نے نہیں لیا اور نہ ہی مجھ سے کوئی اور سوال کیا۔ صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اس کے بعد میں نے اس یقین کے ساتھ کہ کسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ حاصل ہو گا عرض کیا کہ مجھے امان کی تحریر لکھ دیں۔ جس پر آپؐ نے عامرؓ بن فہیرہ کو ارشاد فرمایا اور اس نے مجھے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان کی تحریر لکھ دی۔ اس کے بعد آپؐ آگے روانہ ہو گئے۔

علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حضرت سراقہؓ کے ذکر میں لکھا ہے کہ جب سراقہؓ واپس لوٹنے لگے تو آپؐ نے اسے فرمایا۔ "سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے "سراقہ نے حیران ہو کر پوچھا" کسریٰ بن ہرمز شہنشاہ ایران" آپؐ نے فرمایا "ہاں"

سراقہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا کہ کہاں عرب کا ایک صحرائی بدو اور کہاں کسریٰ شہنشاہ ایران کے کنگن۔ مگر تقدیر الٰہی سے انقلاب برپا ہوا جب خلافت ثانیہ کے دور میں حضرت عمرؓ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات حرف بحرف پورے ہوئے۔ ایران فتح ہوا۔ کسریٰ کے کنگن بھی مدینۃ النبیؐ میں پہنچے حضرت عمرؓ نے سراقہؓ کو بلایا جو (فتح مکہ کے بعد) مسلمان ہو چکے تھے۔ اور اپنے سامنے اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن جو قیمتی جواہرات سے مرصع تھے پہنائے[۷]

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

سفر ہجرت اور سراقہ کے تعاقب کے صرف ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت توکل علی اللہ اور حضور اقدسؐ کی شجاعت و اخلاق عالیہ کے کئی ایمان افروز پہلو سامنے آتے ہیں چنانچہ

○ غار ثور سے نکل کر آپؐ کو مکہ جیسے مکرم وطن کی یاد آئی اسے عقیدت کی نگاہ سے دیکھا اور جو کلمات آپؐ کی زبان مبارک سے نکلے وہ دل کو دہلا دینے والے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وطن کا چھوڑنا کتنا دوبھر ہوتا ہے مگر انبیاء کس طرح اذن الٰہی سے اللہ کی طرف ہجرت کرتے ہیں اور ان کی ہجرت میں اپنی خواہش اور ارادہ نہیں ہوتا' بلکہ وہ حکم الٰہی کے مطابق نکلتے ہیں جبکہ مخالفین بھی چاہتے ہیں کہ یہ وطن چھوڑ دیں اس کے ساتھ وہ طعن و تشنیع اور استہزاء سے اس ہجرت کی تنقیص بھی کرتے ہیں

○ کفار میں سے عبداللہ بن اربقط کو راستہ دکھانے کے لئے اجرت پر لیا گیا۔ اس طرح ایک کافر بھی ایک رنگ میں تائید الٰہی کا موجب بنا۔ پس خدائے قادر و توانا جس ذریعہ سے بھی چاہے اپنے بندوں کی نصرت فرماتا ہے۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کلام الٰہی کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اور اس کی تائید و نصرت کے وعدے آپؐ کے سامنے تھے اس طرح کلام آپؐ کے قلب و دماغ پر حاوی تھا جو صبر و ثبات کا موجب بنا۔

○ جب سراقہ اتنا قریب آیا کہ آپؐ اور آپؐ کے ساتھی اس کی زد میں تھے تو آپؐ مسلسل تلاوت کرتے رہے تعاقب کرنے والے کی طرف ذرا بھی التفات نہ کیا۔ ذرا نہ گھبرائے خدا کے وعدوں کو یاد کرتے آگے بڑھتے رہے۔ کتنی شجاعت تھی کس قدر ذات باری تعالیٰ پہ بھروسہ تھا۔

○ سراقہ باوجود اپنے بہتر وسائل کے اپنے ارادوں میں ناکام ٹھہرا۔ جس سے ظاہر ہے کہ ذرائع اور اسباب آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے۔ کیونکہ ان اسباب کا ایک خالق آپؐ کی تائید و نصرت میں کھڑا تھا۔ سراقہ کے گھوڑے کا بار بار زمین میں دھنس جانا سراقہ کا گرنا اور فال نکالنا عظیم الشان نشان تھے۔ جس سے سراقہ بے بس ہو گیا۔

○ اس بے وطن سالار قافلہ کی طرف جب سراقہ نے صلح کے لئے قدم بڑھایا تو آپؐ نے اس کا دیا ہوا زاد راہ تک قبول نہ فرمایا۔ گویا آپؐ آسمانی زاد راہ پر مطمئن تھے۔

○ سراقہ کو معلوم ہو چکا تھا کہ آپؐ خدا کے سچے رسول ہیں اور آپؐ غالب آئیں گے۔ اس نے امان کا پروانہ مانگا تو آپؐ نے بجائے سرزنش کرنے کے امان کا پروانہ دیا۔ جبکہ وہ ایمان بھی نہ لایا تھا۔ اور نہ اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔ (سراقہ نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا)

○ سراقہ حضور اقدسؐ کی صداقت کا قائل ہو چکا اور اس نے پروانہ امان بھی لے لیا تو آپؐ نے اسے دوبارہ بلا کر ایک عظیم الشان خوشخبری دی تھی۔ کہ جو اپنے اندر کئی پیشگوئیاں رکھتی ہے

"سراقہ تیری اس وقت کیا حالت ہو گی جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے"

اس میں محض کنگنوں کے پہنائے جانے کی بات نہ تھی بلکہ یہ بتایا گیا تھا۔ کہ ایران فتح ہو گا۔ کسریٰ کے خزانے مال غنیمت میں آئیں گے سراقہ اس وقت زندہ ہو گا۔ کسریٰ کے کنگن اس کو پہنائے جائیں گے کس قدر عظیم الشان

قدرت خداوندی کو ظاہر کرنے والے نشانات اس میں موجود ہیں۔ سراقہ کی طویل زندگی کی خبر یہاں تک کہ ایران اس کی آنکھوں کے سامنے فتح ہوا بڑی عظمت کی حامل ہے اور وہ سراقہ جو زندگی ختم کے لئے آتا ہے اس کو زندگی کی ضمانت دی جاتی ہے نہ صرف طویل زندگی بلکہ ابدی زندگی کی اور پھر بے وطنی اور کس مپرسی کے عالم میں غلبہ اسلام کی پیشگوئی کتنی عظمت کی حامل ہے۔!

بخاری کی روایات کے مطابق سراقہ کے تعاقب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دارالہجرۃ کی طرف مصروف سفر رہے۔ راستہ میں حضرت زبیرؓ بن العوام سے ملاقات ہوگئی۔ جو شام سے تجارت کر کے مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ مکہ واپس جا رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے ایک جوڑا سفید کپڑوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایک حضرت ابوبکرؓ کی نذر کیا۔ اور کہا کہ میں بھی مکہ سے ہو کر بہت جلد آپؐ سے مدینہ میں آملوں گا۔ اور بھی کئی لوگ راستہ میں ملتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کو بوجہ تجارت پیشہ ہونے کے اکثر لوگ پہچانتے تھے۔ مگر حضور اقدسؐ کے متعلق پوچھتے کہ یہ تمہارے آگے آگے کون ہے حضرت ابوبکرؓ فرماتے ھٰذَا یَھْدِیْنِیَ السَّبِیْل یعنی یہ میرا راستہ دکھانے والا ہے ہادی ہے۔ اس طرح وہ سمجھتے کہ یہ آپ کا گائیڈ ہے حضرت ابوبکرؓ نے ساتھ لیا ہے۔ چنانچہ آپ کا جواب بڑا حکمت پر مبنی ہوتا۔

سفر ہجرت کی منزلیں

طبقات ابن سعد میں اس بابرکت سفر کی جن منزلوں کا ذکر کیا ہے سیرت النبی شبلی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

> ”ابن سعد نے طبقات میں اس مقدس سفر کی تمام منزلیں گنائی ہیں اگرچہ عرب کے نقشوں میں آج ان کا نشان نہیں ملتا۔ تاہم عقیدت مند صرف نام سے لذت یاب ہو سکتے ہیں۔ خرار، ثنیۃ المرۃ، لقف، مدلجہ، مرجح، حدائد، اذاخر، رابغ (یہ مقام آج بھی حجاج کے راستہ میں آتا ہے۔ یہاں آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھی) ذاسلم غثانیہ، قاحہ، عرج، جدوات، رکوبہ، عقیق، جحاجۃ“
>
> (سیرت النبی شبلی جلد اول صفحہ ۱۶۴)

منزل قبا میں ورود مسعود:

مختلف منزلوں سے ہوتے ہوئے ۱۲ ربیع الاول ۱۴ سن نبوی بمطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو آپ یثرب (مدینہ) کے پاس پہنچے یہ اہل قباء کی بستی تھی جس کو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا اعزاز حاصل ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہنچ چکی تھی تمام لوگ ہمہ تن چشم براہ تھے۔ معصوم بچے نوجوان مرد وزن ہر روز علی الصبح گھروں سے نکل نکل کر باہر جمع ہوتے دوپہر تک انتظار کرتے اور پھر گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ ایک روز ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھا اور قرائن سے اندازہ لگایا اور پکارا کہ اے

اہل عرب جس کا تم انتظار کرتے تھے وہ آ گیا تمام شہر تکبیر کی آواز سے گونج اٹھا اور انصار ہتھیار سجا سجا کر گھروں سے باہر نکل آئے۔

یثرب (مدینہ النبی) سے تین میل دور بالائی آبادی کو عالیہ یا قبا کہتے ہیں یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے ان میں سب سے ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا اور کلثوم بن الہدم خاندان کے سربراہ تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پہنچے تو اہل خاندان نے پر جوش اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اس خاندان کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ انصار خوشی و مسرت کے ساتھ آ آ کر سلام عرض کرتے یہاں حضور اقدسؐ کا کچھ قیام رہا۔ مورخین اور سیرت نگاروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام چار دن کا بیان کیا ہے لیکن صحیح بخاری کے مطابق آپؐ نے چودہ دن قیام فرمایا:۔

تاریخ نزول قباء

قباء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آمد کی تاریخ کے متعلق علامہ شبلی لکھتے ہیں "۱۳ سن نبوی (مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء) تھی (محمد بن موسیٰ خوارزمی نے لکھا ہے کہ جمعرات کا دن ..... فارسی ماہ تیر کی چوتھی تاریخ اور رومی ماہ ایلول ۹۲۳ اسکندری کی دسویں تاریخ تھی۔ مورخ یعقوبی نے ہیت دانوں سے یہ زائچہ نقل کیا ہے" (سیرت النبی جلد اول صفحہ ۱۶۵)

تعمیر مسجد قبا

قبا میں حضور اقدسؐ نے نزول فرماتے ہی پہلا کام مسجد کی تعمیر کا کیا۔ حضرت کلثومؓ کی ایک زمین جہاں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں اس پر اپنے مبارک ہاتھوں مسجد کی بنیاد رکھی جسے کلام الٰہی نے أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ (سورہ توبہ) قرار دیا ہے۔ تعمیر مسجد میں مزدوروں کے ساتھ آپؐ خود بھی کام کرتے تھے آپ بھاری پتھر اٹھاتے تو صحابہ آپ سے عرض کر کے پتھر خود لے لیتے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ شاعر تھے وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شامل تھے وہ بھی دوسرے مزدوروں کی طرح اشعار پڑھتے جاتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے　　(تلخیص روایات بخاری)

قبا سے یثرب (مدینة النبی) میں

چودہ دن قیام کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز یثرب کی طرف روانہ ہوئے جو صحابہؓ کے لئے مامن قرار پا چکا تھا۔ آپؐ کے ورود و قیام کے ساتھ یہ مدینة النبی پکارا جانے لگا۔ اس مقام امن میں پہلے سے آپؐ کے صحابہ کبارؓ حضرت ابوعبیدہؓ، مقدادؓ، خبابؓ، سہیلؓ، صفوانؓ، عیاضؓ عبداللہؓ بن مخرمہ، وہبؓ بن سعد، معمرؓ بن ابی سرح، عمیرؓ بن عوف قیام پذیر ہو چکے تھے۔

مدینہ میں حضور اقدسؐ کے ورود فرمانے سے پہلے راستے میں ہی بنی سالم کے ہاں نماز کا وقت آ گیا آپؐ نے جمعہ کی نماز یہاں ادا فرمائی نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ آپؐ کی یہ سب سے پہلی نماز جمعہ تھی۔ لوگوں کو جب آپؐ

کی آمد کی خبر ہوئی تو بڑی مسرت و شادمانی سے استقبال کے لئے دوڑے آپ ؑ کے ننہالی رشتہ دار ہتھیار سجا سجا کر آئے۔ لوگ قباء سے شہر تک دو رویہ صف بستہ کھڑے تھے جو بھی خاندان انصار سامنے آتے تو وہ جان و مال گھر اثاثے کی پیش کش کرتے۔ پردہ نشین خواتین چھتوں پر آ گئیں جو اپنی عقیدت و محبت کے ساتھ یہ گیت گا رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا　　مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوِدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا　　مَادَعٰی لِلّٰہِ دَاعِ

چودھویں کا چاند ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے طلوع ہوا۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

معصوم بچیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَارِ　　یَا حَبَّذَا مُحَمَّداً مِنْ جَارِ

ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہی اچھا ہمسایہ ہے۔

آپ ؑ نے ان لڑکیوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم مجھ کو چاہتی ہو "بولیں ہاں" فرمایا کہ "میں بھی تم کو چاہتا ہوں"

مدینۃ النبی کے انصار میں سے ہر شخص چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف اسے حاصل ہو۔ چنانچہ یہ شرف حضرت ابو ایوب ؓ کو حاصل ہوا۔ اصابہ فی احوال اصحابہ میں آپ کا نام خالد درج ہے اور وہیں یہ واقعہ بیان ہوا ہے۔

تاریخ و سیرت کی کتابوں میں ہے کہ چونکہ ہر شخص اپنے ہاں مہمان رکھنے کی درخواست کرتا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری سواری کو چھوڑ دو۔ وہ خدا کی طرف سے مامور ہے چنانچہ آپ ؑ کی سواری حضرت ابو ایوب ؓ کے گھر کے سامنے جا کر بیٹھ گئی اس لئے آپ ؑ نے انہی کے گھر قیام فرمایا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جب آپ ؑ کی میزبانی پر ہر ایک کا اصرار بڑھا تو آپ ؑ نے فرمایا کہ میں بنو نجار کے ہاں اتروں گا۔ جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں حضرت ابو ایوب ؓ اسی خاندان سے تھے۔ امام بخاریؒ کی تاریخ صغیر میں تصریح ہے کہ ابو ایوب ؓ کے گھر اترنا اسی قرابت سے تھا۔ حضرت ایوب ؓ کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے بالائی منزل پیش کی مگر آپ ؑ نے ملاقات کرنے والوں کی آسانی کے لئے نیچے کا حصہ پسند فرمایا۔

مدینۃ النبی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام سے ایک دور کا خاتمہ ہوا۔ اب یہ دارالہجرۃ، امن و سکینت کا گہوارہ بنا اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ جو غلبہ حق کا دور تھا سنت انبیاء کے مطابق یہ ہجرت مقدسہ غلبہ حق اور برکات سماویہ کا موجب قرار پائی۔ جہاں سے امن و سلامتی کے شہزادہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے امن عالم کی بنیاد رکھی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَسَلِّم

سایہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اس رحمت عالم سے ہر آگ بجھے گی پھر　　جب چھائے گی دنیا پر سرکار محمدؐ کی

ہم رحمت عالم کا پیغام اخوت دیں　　ہو جائے غلام آخر ہر نار محمدؐ کی

ہر مسئلہ، ہر مشکل آئینہ سیرت میں　　حل کر کے دکھاتی ہے سرکار محمدؐ کی

سورج سے نہیں مٹنی اس دور کی تاریکی　　اب نور بکھیرے گی چمکار محمدؐ کی

یہ نشاۃ ثانی ہے اسلام کی دنیا میں　　لکھی گئی ہے بعثت دوبار محمدؐ کی

پہلے بھی تھی اب بھی ہے وہ قوم سر انساں　　جو تابع فرماں ہے سردار محمدؐ کی

قرآن ہی کامل ہے اک نعت محمدؐ کی　　ہم نعت لکھیں گے کیا سرکار محمدؐ کی

(ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر)

قرآن کریم کی تاثیراتِ روحانیہ کے ایمان افروز واقعات

تحریر: ریاض محمود باجوہ۔ شعبہ تاریخ

"قرآن مجید باوجود ان تمام کمالات بلاغت و فصاحت و احاطۂ حکمت و معرفت ایک روحانی تاثیر اپنی ذات بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منور الباطن اور منشرح الصدر اور مقبول الٰہی اور قابل خطاب حضرت عزت بنا دیتا ہے اور اس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے اور وہ فیوض غیبی اور تائیدات لاریبی اس کے شامل حال کر دیتا ہے کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں" (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۰۶-۵۰۷ حاشیہ در حاشیہ)

قرآن کریم کی تاثیر روحانی نے شاہ و گدا، عالم و جاہل، مخالف و موافق کو یکساں متاثر کیا پھر کفر و جہالت اور مخالفت کے تاریک گڑھوں میں پڑے لوگوں کو نکال کر انوار و برکات سماوی کا وارث بنا دیا۔

قرآن کریم میں منکرین کے طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے "وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ" (حٰمٓ السجدہ آیت: ۲۷)

یعنی منکرین نے کہا کہ اس قرآن کی تعلیم کو مت سنو اور اس کے سنانے کے وقت شور مچا دو تا کہ اس طرح تم غالب آجاؤ۔

بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے سورہ نساء کی تلاوت سنی تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر روتے کہ آس پاس کے لوگ وہاں جمع ہو جاتے۔ (سیر صحابہ جلد ا صفحہ ۹۲)

حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اس مقدس کلام کی تاثیر سے اسلام قبول کیا اس واقعہ کی تفصیل بھی سیر صحابہ جلد اول صفحہ ۹۸-۹۹ پر موجود ہے

آپؓ سخت طبیعت تھے مگر قرآن کریم کے سامنے آنے پر آپ کا دل فوراً نرم پڑ جاتا۔

علامہ شبلیؒ نے عرب کے بعض ادیبوں، شاعروں اور سرداروں کے واقعات نقل کئے ہیں جن کو قرآن کریم کی تاثیرات روحانیہ نے ایمان لانے پر مجبور کر دیا۔

قرآن کریم کی تاثیراتِ روحانیہ کے ایمان افروز واقعات

تحریر: ریاض محمود باجوہ۔ شعبہ تاریخ

"قرآن مجید باوجود ان تمام کمالات بلاغت و فصاحت و احاطۂ حکمت و معرفت ایک روحانی تاثیر اپنی ذات بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منور الباطن اور منشرح الصدر اور مقبول الٰہی اور قابل خطاب حضرت عزت بنا دیتا ہے اور اس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے اور وہ فیوض غیبی اور تائیدات لاریبی اس کے شامل حال کر دیتا ہے کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں" (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۰۶۔۵۰۷ حاشیہ در حاشیہ)

قرآن کریم کی تاثیر روحانی نے شاہ و گدا، عالم و جاہل، مخالف و موافق کو یکساں متاثر کیا پھر کفرو جہالت اور مخالفت کے تاریک گڑھوں میں پڑے لوگوں کو نکال کر انوار و برکات سماوی کا وارث بنا دیا۔

قرآن کریم میں منکرین کے طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے "وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ

(حٰمٓ السجدہ آیت: ۲۷)

یعنی منکرین نے کہا کہ اس قرآن کی تعلیم کو مت سنو اور اس کے سنانے کے وقت شور مچا دو تا کہ اس طرح تم غالب آ جاؤ۔

بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے سورہ نساء کی تلاوت سنی تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر روتے کہ آس پاس کے لوگ وہاں جمع ہو جاتے

(سیر صحابہ جلد ا صفحہ ۹۲)

حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اس مقدس کلام کی تاثیر سے اسلام قبول کیا اس واقعہ کی تفصیل بھی سیر صحابہ جلد اول صفحہ ۹۸۔۹۹ پر موجود ہے

آپؓ سخت طبیعت تھے مگر قرآن کریم کے سامنے آنے پر آپ کا دل فوراً نرم پڑ جاتا۔

علامہ شبلیؒ نے عرب کے بعض ادیبوں، شاعروں اور سرداروں کے واقعات نقل کئے ہیں جن کو قرآن کریم کی تاثیرات روحانیہ نے ایمان لانے پر مجبور کر دیا۔

لکھتے ہیں :-

"جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل اور قریش کے دیگر اکابر جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے کہ محمدؐ کی تحریک روز بروز زور پکڑتی جاتی ہے کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا چاہیئے جو جادو، کہانت اور شعر کہنا جانتا ہو تا کہ معلوم ہو کہ یہ کیا ہے؟ قریش کے سردار عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ میں یہ سب کچھ جانتا ہوں، کہو تو میں جا کر دیکھوں، چنانچہ آستانہ نبویؐ میں آکر اس نے صلح کے کچھ شرائط پیش کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں سورہ فُصِّلَتْ[1] پڑھنی شروع کی، کچھ ہی آیتیں پڑھی تھیں کہ اس نے آپؐ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ قرابت کا واسطہ بس کرو۔ واپس پھرا تو چند روز تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔ ابو جہل نے جا کر کہا "کیوں عتبہ! محمدؐ کے یہاں کھانا کھا کر پھسل گئے" عتبہ نے کہا "تم جانتے ہو کہ میں سب سے زیادہ دولت مند ہوں، مجھ کو دولت کی طمع دامن گیر نہیں ہو سکتی، لیکن محمدؐ نے میرے جواب میں جو کلام پیش کیا وہ نہ شعر تھا، نہ کہانت تھی، نہ جادو، میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا۔ انہوں نے جو کلام پڑھا اس میں عذاب الٰہی کی دھمکی تھی۔ میں نے ان کو قرابت کا واسطہ دیا کہ چپ ہو جائیں، میں ڈرا کہ تم پر عذاب نہ آجائے، لوگوں نے کہا محمدؐ نے اپنی زبان سے عتبہ پر جادو کر دیا۔"

ولید بن مغیرہ قریش میں بڑا دولت مند اور صاحب اثر تھا، وہ ایک دفعہ آپؐ کی خدمت میں آیا اور فرمائش کی کہ کچھ پڑھ کر سنایئے۔ آپؐ نے چند آیتیں پڑھیں، اس نے مکرر پڑھوا کر سنیں، آخر بے خود ہو کر بولا "خدا کی قسم! اس میں کچھ اور ہی شیرینی اور تازگی ہے۔ اس نخل کی شاخوں میں پھل اور اس کا تنہ بھاری ہے، یہ کسی انسان کا کلام نہیں"

بنو ذہل بن شیبان کے سردار مفروق کے سامنے آپؐ نے چند آیتیں پڑھیں تو گو وہ مسلمان نہ ہوا، مگر کلام الٰہی سے متاثر ہوا۔

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ نے جب سورہ مریم کی تلاوت کی تو اس پر رقت طاری ہو گئی۔ اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر کہا "خدا کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں"

اس قسم کے اور بعض واقعات ابن اسحاق نے "سیرت" میں نقل کئے ہیں۔ پہلی جلدوں میں پڑھ چکے ہیں کہ لوگ کیونکر قرآن مجید کی آیتیں سن کر متاثر ہو جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا دل

---

[1] مراد سورۃ حٰمٓ السَّجْدہ ہے۔ ناقل

-ایک سورہ کی چند آیتیں پڑھ کر اور سن کر پتھر سے موم ہو گیا۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ اسیران بدر کو چھڑانے آئے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ طور کی ایک دو آیتیں سن لیں تو فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے کانوں میں اتفاقیہ قرآن مجید کی چند آیتیں پہنچ گئیں تو مسلمان ہو گئے۔ طائف کے سفر میں حضرت خالد العدوانیؓ نے آپ ؐ کو وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ پڑھتے سنا تو گو وہ اس وقت مسلمان نہ ہوئے، مگر پوری سورہ ان کے دل میں گھر کر گئی، یعنی یاد ہو گئی۔

حبش سے بیس آدمیوں کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ آپ ؐ نے ان کو قرآن مجید پڑھ کر سنایا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت ابو سلمہؓ، حضرت ارقم بن ارقمؓ یہ تینوں اصحاب اسی کی کشش مقناطیسی سے کھنچ کر حلقۂ اسلام میں آئے

(سیرت النبی از علامہ شبلیؒ جلد سوم صفحہ ۲۹۰-۲۹۱)

حضرت فضیلؒ بن عیاض کا واقعہ

آپ چوروں اور ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ اکثر قافلے لوٹتے اور مال تقسیم کرتے رہتے تھے۔ قرآن کریم کی تاثیر روحانی نے آپ کو چور سے قطب بنا دیا۔ چنانچہ تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۰ (اردو) پر آپ کے حالات میں آتا ہے کہ:-

"ایک مرتبہ رات کو کوئی قافلہ آکر ٹھہرا اور اس میں ایک شخص یہ آیت تلاوت کر رہا تھا۔ کہ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ یعنی کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوفزدہ ہو جائیں اس آیت کا فضیلؒ کے قلب پر ایسا اثر ہوا جیسے کسی نے تیر مار دیا ہو اور آپ نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ یہ غارت گری کا کھیل کب تک جاری رہے گا۔ اور اب وہ وقت آچکا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں چل پڑیں۔ یہ کہہ کر زارو قطار روتے رہے اور اس کے بعد سے مشغول ریاضت ہو گئے اور ایک ایسے صحرا میں جا نکلے جہاں کوئی قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور اہل قافلہ میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ اس راستے میں فضیلؒ ڈاکے مارتا ہے لہٰذا ہمیں راستہ تبدیل کر دینا چاہیئے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اب قطعاً بے خوف ہو جاؤ اس لئے کہ میں نے راہزنی سے توبہ کر لی ہے پھر ان تمام لوگوں سے جن کو آپ سے اذیتیں پہنچی تھیں معافی طلب کر لی"

حضرت عبداللہ بن مبارک کا واقعہ

آپ ایک صوفی اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔ آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ:۔

"ایک مرتبہ جہاد میں آپ ایک کافر سے برسرپیکار تھے تو نماز کا وقت آگیا اور آپ نے اس کافر سے اجازت لے کر نماز ادا کرلی۔ اور جب اس کی عبادت کا وقت ہوا تو وہ بھی آپ سے اجازت لے کر اپنے بت کی جانب متوجہ ہوا۔ لیکن آپ کے دل میں اس کو قتل کر دینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ اسی وقت ندائے غیبی آئی کہ ہماری اس آیت کے مطابق اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔ یعنی تم سے قیامت میں عہد شکنی کی باز پرس ہوگی لہٰذا اپنے قصد سے باز آجاؤ۔ یہ ندا سنتے ہی آپ رو پڑے اور جب اس کافر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے پورا واقعہ بیان کر دیا یہ سن کر اس کافر کو یہ خیال آیا کہ جو خدا اپنے دشمن کی وجہ سے اپنے دوست پر ناراض ہو اس کی اطاعت نہ کرنا بزدلی ہے اور اس خیال کے ساتھ ہی وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا"

(تذکرۃ الاولیاء اردو صفحہ ۱۱۰)

قرآن کریم کی روحانی تاثیرات اور حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ

قرآن کریم کی روحانی تاثیرات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔ چنانچہ میں اس وقت اسی ثبوت کے لئے بھیجا گیا ہوں"

(ملفوظات جلد چہارم نیا ایڈیشن صفحہ ۴۵۰)

قرآن کریم سے آپؑ کی محبت اور عشق کا اندازہ آپ کے منظوم کلام سے لگایا جا سکتا ہے جیسے کہ فرمایا:۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں   قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

حضرت منشی ظفراحمد صاحب کی ایک ایمان افروز روایت ہے کہ:۔

"ایک دفعہ آنحضرت صلعم کی خواب میں زیارت ہوئی .... آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مرزا صاحب ہمارے فرزند ہیں اور جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو میری روح تازہ ہو جاتی ہے ...."

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۱۲۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک یہودی کے ایمان لانے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ایک یہودی کا قصہ ہے جو کہ ایک بڑا طبیب گزرا ہے اور جس کا نام ابوالخیر تھا۔ کہ ایک دفعہ وہ ایک کوچہ میں سے گزر رہا تھا۔ جبکہ اس نے ایک شخص کو یہ پڑھتے ہوئے سنا کہ

احسب الناس الایتہ اگرچہ وہ یہودی تھا اس آیت کو سن کر اپنے ہاتھوں سے ایک دیوار پر ٹیک لگالی اور سر جھکا کر رونے لگا۔ جب رو چکا تو اپنے گھر آیا اور جب وہ سو گیا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے آکر فرمایا کہ اے ابو الخیر تعجب ہے کہ تیرے جیسا فضل و کمال والا انسان مسلمان نہ ہو۔ صبح جب اٹھا تو اس نے تمام شہر میں اعلان کر دیا کہ میں آج مذہب اسلام قبول کرتا ہوں"

(ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ ۱۵۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول .... مہاراجہ جموں کے شاہی طبیب تھے وہاں آپ اپنے حلقہ احباب کو قرآن کریم سناتے وہ سب ہندو تھے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں نے دو ایک روز انہیں قرآن سنایا۔ ایک شخص جس کا نام رتی رام تھا اور وہ خزانہ کا افسر تھا اور افسر خزانہ کا بیٹا بھی تھا۔ اس نے عام مجلس میں کہا دیکھو ان کو قرآن شریف سنانے سے روکو ورنہ میں مسلمان ہو جاؤں گا"

مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۷۴ (جدید اشاعت)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی روحانی تاثیرات کے متعلق فرماتے ہیں:۔

ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے ملے ولایت
یہ نور دل کو بخشے دل میں کرے سرایت یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کہانی ۵ ستمبر ۱۸۹۸ء کو بعد نماز عصر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی.....) کی درخواست پر سنائی کہ:۔

"ایک بزرگ کہیں سفر میں جا رہے تھے۔ اور ایک جنگل میں ان کا گزر ہوا۔ جہاں ایک چور رہتا تھا۔ اور جو ہر آنے جانے والے مسافر کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ اپنی عادت کے موافق اس بزرگ کو بھی لوٹنے لگا۔ بزرگ موصوف نے فرمایا وفی السّمآء رزقکم و ما توعدون تمہارا رزق آسمان پر موجود ہے تم خدا پر بھروسہ کرو۔ اور تقویٰ اختیار کرو چوری چھوڑو۔ خدا تعالیٰ خود تمہاری ضرورتوں کو پورا کر دے گا۔ چور کے دل پر اثر ہوا۔ اس نے بزرگ موصوف کو چھوڑ دیا۔ اور ان کی بات پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ اسے سونے چاندی کے برتنوں میں عمدہ عمدہ کھانے ملنے لگے۔ وہ کھانے کھا کر برتنوں کو جھونپڑی کے باہر پھینک دیتا۔ اتفاقاً پھر وہی بزرگ کبھی ادھر سے گزرے تو اس چور نے جو اب بڑا نیک بخت اور متقی ہو گیا تھا۔ اس بزرگ سے

ساری کیفیت بیان کی۔ اور کہا کہ مجھے اور آیت بتلاؤ۔ تو بزرگ موصوف نے فرمایا۔ کہ :۔ فِی السماء و الارض انہ الحق یہ پاک الفاظ سن کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اس کے دل پر بیٹھ گئی پھر تڑپ اٹھا اور اسی میں جان دے دی۔"

(حیات احمد جلد اول صفحہ ۱۹۸ مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی)

ڈپٹی کمشنر گورداسپور مسٹر جی ایم ڈوئی کا واقعہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مولوی محمد حسین بٹالوی نے ایک درخواست مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو دی۔ اس درخواست پر کارروائی کے دوران حضرت اقدسؑ کو ایک پیشی پر پٹھانکوٹ جانا پڑا۔ مئولف "مجدد اعظم" جناب ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم نے اس سفر کا ایک ایمان افروز واقعہ لکھا ہے کہ:۔

"۵ جنوری ۱۸۹۹ء کو مقدمہ کی گورداسپور میں پیشی تھی۔ مگر ڈپٹی کمشنر صاحب کے تبدیل ہو جانے کی وجہ سے مقدمہ ۱۱۔ جنوری ۱۸۹۹ء پر جا پڑا۔ اور نئے ڈپٹی کمشنر مسٹر ڈوئی کی عدالت میں پیش ہوا۔ اس مقدمہ کے دوران میں حضرت مرزا صاحب کو پٹھانکوٹ اور دھاریوال بھی جانا پڑا۔ پٹھانکوٹ کے سفر کا ایک ایمان افروز واقعہ یہ ہے کہ اس سفر میں مولانا نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی وغیرہ بھی آپ کے ساتھ تھے اور باہر سے بھی بہت سے احباب جمع ہو گئے تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جس مقام پر مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کا خیمہ لگا ہوا تھا اس کے نزدیک ہی ایک مکان میں حضرت مرزا صاحب جا کر قیام پذیر ہوئے۔ راجہ غلام حیدر خاں صاحب جو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ کے دوران میں مسٹر ڈگلس کے مسل خوان تھے ان دنوں وہ پٹھانکوٹ میں تحصیلدار تھے۔ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے قیام کے اہتمام میں خاص حصہ لیا۔ حضرت مرزا صاحب کی جائے سکونت اور ڈپٹی کمشنر کے خیمہ کے درمیان میں ایک میدان تھا جہاں حضرت مرزا صاحب اور آپ کے احباب نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے۔ مغرب کا وقت تھا مغرب کی نماز کے لئے حضرت اقدسؑ میدان میں تشریف لائے اور مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی حسب معمول امام بنے۔ انہوں نے نماز میں جو قرآن پڑھنا شروع کیا تو ان کی بلند مگر خوش الحان اور اثر سے ڈوبی ہوئی آواز مسٹر ڈوئی کے بھی کان میں پڑی وہ اپنے خیمہ کے آگے کھڑے ہوئے اور ایک انہماک کے عالم میں کھڑے قرآن سنتے

باقی صفحہ ۴۰ پر

روح عصر کا شاعر۔ عبیداللہ علیم

از قلم:۔ عبدالکریم خالد لاہور

جماعت احمدیہ کے معروف شاعر اور دنیا بھر میں اپنے منفرد لہجے کے حوالے سے شناخت قائم کرنے والے عبیداللہ علیم کی رحلت دنیائے ادب کے لیے کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ عبیداللہ علیم ایک غیر معمولی شاعر تھے۔ بیسویں صدی کے نصف آخر کی اردو شاعری میں انہوں نے چونکا دینے والے فکری رویوں اور نئے تجربات سے اپنے لئے جو مقام پیدا کیا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ عبیداللہ علیم دنیا بھر کی احمدی جماعتوں میں متعارف تھے اور پاکستان سمیت ہر ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کا امتیاز یہ ہے کہ انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی شفقت اور قرب حاصل تھا جس کے سبب ہر احمدی انہیں عزیز جانتا تھا اور ان کے اثر انگیز اشعار کو آنکھوں سے لگاتا تھا۔

عبیداللہ علیم (۱۹۳۹ء - ۱۹۹۸ء) نے اگرچہ زمانہ طالب علمی ہی میں شاعری کا آغاز کر دیا تھا لیکن وہ ایک باقاعدہ شاعر کے طور پر ساٹھ کی دہائی میں منظر عام پر آئے۔ یہ وہ عہد تھا جس میں بیک وقت تین نسلوں کے شاعروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان آوازوں میں عبیداللہ علیم کی آواز بھی شامل ہوئی لیکن یوں کہ سب سے الگ اور سب سے جدا۔ نکھرا ہوا صاف لہجہ ' تروتازہ ' نو شگفتہ کلیوں کی طرح اور کہیں بہت گہرائی میں اٹھتی ہوئی درد کی ایک ٹیس جو تیر کی طرح سیدھی دل میں ترازو ہو جاتی ہے۔

دکھے ہوئے ہیں ہمیں اور اب دکھاؤ مت
جو ہو گئے ہو فسانہ تو یاد آؤ مت
سوائے اپنے کسی کے بھی ہو نہیں سکتے
ہم اور لوگ ہیں لوگو ہمیں ستاؤ مت
وہی لکھو جو لہو کی زبان سے ملتا ہے
سخن کو پردہ الفاظ میں چھپاؤ مت

عبیداللہ علیم کی شاعری کا تمام تر سلسلہ اردو شاعری کی کلاسیکی روایت سے منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ جدید ترین لہجے اور منفرد انداز کی خبر دیتا ہے۔ جس میں فرد کے داخلی آشوب ' درد و غم کی کتھا کہانی اور ہجر و وصال کے

بیان سے لے کر لذت عشق اور لطف خواب کے سارے سلسلے ترتیب پاتے نظر آتے ہیں۔ ان تمام سلسلوں کے پس منظر میں ہمیں ایک نرم خو اور حساس شخص بیٹھا دکھائی دیتا ہے جس کے دائرہ خیال میں جذبوں کے مختلف رنگ تمثال جمال کی صورت میں متشکل ہوتے ہیں۔ وہ بڑی نرم روی سے احساس کو لفظوں میں منتقل کرتے ہیں اور خوب سلیقے سے انہیں دھڑکنے کا اشارہ دیتے ہیں اور یوں یہ دھڑکتے ہوئے لفظ ' دل سے ایک ربط خاص قائم کرتے ہیں۔ دھڑکنوں کا یہ اتصال جن خفی و جلی لرزشوں کو جنم دیتا ہے وہ داخلی سطح پر تہذیب نفس کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔

ایک اعلیٰ شاعر کا بنیادی وصف یہ ہے کہ وہ تخلیق شعر کے عمل میں کسی مقام پر بھی تنفس کو بگڑنے نہیں دیتا۔ اس کا کام تنفس کے زیر و بم میں ایک فطری اور منطقی توازن پیدا کر کے فرد کو نفس مطمئنہ کی سطح سے قریب لانا ہوتا ہے۔ اس مرحلے پر شاعری فرد کو ان آسودہ کیفیتوں کے حوالے کر دیتی ہے جن کے جلو میں وہ آگے بڑھتا ہے تو اس دنیا سے مختلف ایک نئی کائنات اور ایک نیا جہان اس کا منتظر ہوتا ہے۔

عبیداللہ علیم کی شاعری میں یہ نئی کائنات اور نیا جہان منکشف ہوتا ہے۔ انکشاف ذات سے انکشاف کائنات کے اس سفر میں وہ فکر معانی اور معنی فکر کے کتنے راستوں پر چلے ' اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

عبیداللہ علیم کی تخلیقی اپج اپنے ہم عصروں سے بہت آگے کی چیز ہے۔ یہ تخلیقی اپج ایک خاص سلیقۂ شاعری کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ شاعری کو سلیقے سے برتنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ یہاں ناموری اسی کے حصے میں آئی جس نے سلیقے سے نبھائی۔ میر صاحب نے کیا خوب کہا ہے:-

مرے سلیقے سے میری نبھی محبت میں
تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

شاعر کا سلیقہ اس سے شاعری کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزوں کا تقاضا کرتا ہے۔ بڑا شاعر ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ سینکڑوں ہزاروں شاعر ایسے گزرے ہیں جو اپنے زعم میں بہت بڑے شاعر تھے لیکن محض شاعر تھے اس لیے تاریخ کے ہاتھوں مار کھا گئے اور آج ان کا کام ایک طرف ' نام بھی باقی نہیں رہا۔ بڑے شاعر کی (commitment) صرف اپنے فن سے ہوتی ہے۔ فن کا مزاج اور رویہ بدلتا ہے تو (commitment) دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ ایک سلیقہ مند شاعر کی نظر فن کے ساتھ ان اٹل اور ناقابل تبدیل صداقتوں پر ہوتی ہے جو زمان و مکان سے آزاد ہر عہد اور زمانے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ عبیداللہ علیم اپنی صداقتوں کے شاعر تھے جنہیں بڑی ہنرمندی اور سلیقے کے ساتھ انہوں نے اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ اور یوں ان کی شاعری آفاقی سطح پر بھرپور اور زندہ علامتوں کے ساتھ ابدی سچائیوں اور ناقابل تبدیل صداقتوں کا معیار قائم کرتی ہے۔

عبیداللہ علیم کے یہاں اعلیٰ شاعری کا سراغ لگانے کے لیے ہمیں کچھ زیادہ تردد نہیں کرنا پڑتا "چاند چہرہ ستارہ آنکھیں" (۱۹۷۴ء) اور "ویران سرائے کا دیا" (۱۹۹۶ء) کی شاعری اور اس کے بعد لکھی جانے والی غزلیں اور نظمیں جہاں ایک طرف جذبات کے ترفع اور فکر کی بلندی کا پتہ دیتی ہیں وہاں ان رفیع جذبات اور عظیم فکر کی تہہ میں موجود ان روحانی کیفیتوں کی موجودگی کا احساس بھی دلاتی ہیں جو ایک خاص نوع کی وابستگی اور عقیدت کے بغیر پیدا ہو ہی نہیں سکتیں

مرے خدا مجھے وہ تاب نے نوائی دے
میں چپ رہوں بھی تو نغمہ مرا سنائی دے

چھلک نہ جاؤں کہیں میں وجود سے اپنے
ہنر دیا ہے تو پھر ظرف کبریائی دے

عزیز اتنا ہی رکھو کہ جی سنبھل جائے
اب اس قدر بھی نہ چاہو کہ دم نکل جائے
ملے ہیں یوں تو بہت آؤ اب ملیں یوں بھی
کہ روح گرمئی انفاس سے پگھل جائے
محبتوں میں عجب ہے دلوں کو دھڑکا سا
کہ جانے کون کہاں راستہ بدل جائے

خواب بن کر تو برستا رہے شبنم شبنم
اور میں بس اسی موسم میں نہائے جاؤں
تیرے ہی رنگ اترتے چلے جائیں مجھ میں
خود کو لکھوں تری تصویر بنائے جاؤں

پگھل رہے ہیں جہاں لوگ شعلۂ جاں سے

شریک میں بھی اسی محفل ہنر میں ہوں

پلٹ سکوں ہی نہ آگے ہی بڑھ سکوں جس پر
مجھے یہ کون سے رستے لگا گیا اک شخص

کوئی عزیز نہیں ماسوائے ذات ہمیں
اگر ہوا ہے تو یوں جیسے زندگانی ہوئی

میں جس میں کھو گیا ہوں مرا خواب ہی تو ہے
یک دو نفس نمود سہی زندگی تو ہے
جلتی ہے کتنی دیر ہواؤں میں میرے ساتھ
اک شمع پھر مرے لیے روشن ہوئی تو ہے

ہم تو جہاں والوں کی خاطر جان سے گزرے جاتے ہیں
پھر یہ ستم کیا ہے کہ ہمیں پر تنگ ہوا ہے دہر بہت

دل گزارو کہ جاں نثار کرو
دور صدیوں کا یہ غبار کرو
زندگی ایک بار ملتی ہے
دوستو زندگی سے پیار کرو

تیرے پیار سے پہلے تھا دل میں ایسا سوز و گداز
تجھ سے پیار کیا تو ہم نے اپنی قیمت جانی

عبیداللہ علیم کے کس شعر کو چھوڑا جائے۔ ہر شعر دامن دل کھینچتا ہے۔ درج بالا اشعار انتخاب ہرگز نہیں "چاند چہرہ ستارہ آنکھیں" سے جستہ جستہ لئے گئے ان اشعار کے دردن میں جاگتی ہوئی کیفیتیں عجب گداز پیدا کرتی ہیں۔ عقیدتوں اور محبتوں کے یہ ہلکے ہلکے اور مدھم اشارے ان کے شعری سفر میں آگے چل کر ایک واضح رخ اختیار کر لیتے ہیں عبیداللہ علیم کی طبیعت کا سوز اور جذبے کا گداز' درد کی لہر بن کر ابھرتا ہے اور پڑھنے والے کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ زندگی کے بارے میں ایک انتہائی سنجیدہ رویہ ان کی ذات میں پلتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کے گہرے تنقیدی اور تاریخی شعور نے جس روح عصر کو کشید کیا ہے وہ مادی اور مقداری دنیا کی نظر میں آ ہی نہیں سکتی۔ ان کے یہاں انسان تاریخ کا ہر زمانہ اور ہر عہد اپنی اصل کو آشکار کرتا ہوا ایک عجیب طرح کے وجدان اور عرفان میں ڈھل جاتا ہے۔ عبیداللہ علیم کا تاریخی شعور انہیں ماضی کے جن تجربات کی خبر دیتا ہے وہ عہد موجود کے تجربات سے ہم آہنگ ہو کر ان کے دائرہ خیال میں ایک نقطۂ مرکزی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

مٹی تھا میں خمیر ترے ناز سے اٹھا
پھر ہفت آسماں مری پرواز سے اٹھا
انساں ہو کسی بھی صدی کا کہیں کا ہو
یہ جب اٹھا ضمیر کی آواز سے اٹھا
اے شہ سوار حسن یہ دل ہے یہ میرا دل
یہ تیری سر زمیں ہے قدم ناز سے اٹھا
میں پوچھ لوں کہ کیا ہے مرا جبر و اختیار
یارب یہ مسئلہ کبھی آغاز سے اٹھا
وہ ابر شبنمی تھا کہ نہلا گیا وجود
میں خواب دیکھتا ہوا الفاظ سے اٹھا
شاعر کی آنکھ کا وہ ستارا ہوا علیم
قامت میں جو قیامتی انداز سے اٹھا

عبیداللہ علیم کی اس غزل کا امتیاز یہ ہے کہ اس کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع امام جماعت احمدیہ نے تحسین آمیز کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا:

"بہت حیرت انگیز نظم ہے۔ ناقابل یقین" (الفضل ۱۰ جون ۱۹۹۸ء)

پہلے شعر کے بارہ میں فرمایا:

"کمال کا شعر ہے۔ مٹی تھا میں۔ انسان مٹی سے بنا ہے۔ اس کا خمیر اے اللہ تیرے ناز سے اٹھا۔ تیری ناز برداری سے مٹی کیا بن گئی۔ انسان مٹی تھا پھر سات آسمان کو اس نے اپنے اوپر اٹھالیا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا بیان ہے۔ کتنے غضب کا شعر ہے...... لیکن جب تک براہ راست سمجھ نہ آئے مزا نہیں آتا" (الفضل ۱۰ جون ۱۹۹۸ء)

حضرت صاحب نے عبیداللہ علیم کی اس غزل، خصوصاً پہلے شعر کی جس طرح عقدہ کشائی فرمائی ہے۔ یہ ایک عام انسان کے دھیان میں آنی والی بات نہیں۔

مبدء فیاض نے امام جماعت کی صورت میں علم و دانش کا ایسا بحر ذخار عطا کیا ہے جس کے گہرہائے حکمت کی تب و تاب ساحلوں تک کو اعتبار بخشتی ہے۔ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جو اس بحر العلوم سے باہر رہا ہو۔ یہ اسی وجود کا فیضان ہے کہ سائنسی اور سماجی علوم سمیت ہر علم میں کمالات حاصل کرنے والے ہر احمدی کی دانش و بصیرت پر اسی کی چھوٹ پڑتی ہے۔ عبیداللہ علیم کی شاعری پر لکھنے والے ذی شعور نقاد کو اس حقیقت کا سراغ پالینا چاہیئے کہ ان کے لفظوں کے بطن میں جو جو بصیرتیں کار فرما ہیں ان کے سرے کس وحدت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ عبیداللہ علیم ہم میں نہیں رہے۔ ان کے جانے کے بعد ان کی یاد میں لکھے گئے ہزاروں لاکھوں جملے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ امام وقت کی زبان سے نکلا ہوا بس ایک ہی جملہ ان کے لئے کافی ہے:

"جہاں عبیداللہ علیم چمک اٹھے باقی سب ماند پڑ گئے" (الفضل ۱۰ جون ۱۹۹۸ء)

تاثرات

مَیں اُن کی بزمِ طریقت میں رہ کے آیا ہوں
مقامِ خوف و محبّت میں رہ کے آیا ہوں

کِسی کی محفلِ عشرت میں رہ کے آیا ہوں
دیارِ مہر و محبّت میں رہ کے آیا ہوں

وہاں نہ برق کا خطرہ تھا اور نہ فکرِ خزاں
سرائے امن و سکینت میں رہ کے آیا ہوں

خیال و فکر کی جنّت تھی مجلسِ احباب
خیال و فکر کی جنّت میں رہ کے آیا ہوں

نگاہِ شوق کو حاصل تھا لطفِ ذوقِ نظر
حریمِ ناز و نزاکت میں رہ کے آیا ہوں

نہ دیکھ چشمِ حقارت سے مجھ کو اے زاہد
خدا نماؤں کی صحبت میں رہ کے آیا ہوں

ہَیں خارِ خشک سہی، سبزۂ حقیر سہی
گلوں کی بزمِ مسرّت میں رہ کے آیا ہوں

پٹک دو خاک پہ جام و سبو و شیشۂ مے
حریمِ قُدس و طہارت میں رہ کے آیا ہوں

فریب دے نہیں سکتا مجھے یہ حُسنِ مجاز
کہ مَیں جہانِ حقیقت میں رہ کے آیا ہوں

سلیم راست نگاری میں باک کیوں ہو مجھے
کہ مَیں حصارِ صداقت میں رہ کے آیا ہوں

یہ نظم ربوہ سے واپسی پر کہی

سلیم شاہجہان پوری

بسلسلہ مسیح ہندوستان میں

سیاح نبی

بنی اسرائیل کی آبادیوں کے آثار اور حضرت مسیح علیہ السلام

(قسط ۶)

تحقیق و تحریر:۔ مظفر چوہدری

شمارہ اپریل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نقوش قدم کی تلاش میں ہرات کے اس فرقے تک کا ذکر کیا گیا تھا جو آج بھی "مسیح ناصری کاشمیری" کا پیرو کہلاتا ہے۔ اس حوالے نے ہماری یہ بحث بھی آسان کر دی کہ کشمیر کے یوز آسف اور مسیح کاشمیری ایک ہی وجود ہیں لیکن آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہ جائزہ لیں گے کہ افغانستان اور صوبہ سرحد میں کہاں کہاں وہ اسرائیلی قبائل آباد تھے جن کی تلاش میں "مسیح ناصری" کاشمیری" ان علاقوں میں آئے۔

غزنہ اور نیشاپور میں بنی اسرائیل

آستر کی کتاب کا یہ حوالہ بنی اسرائیل کی ہندوستان میں موجودگی کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے کہ ہندوستان سے کوش تک فارسی سلطنت کے ۱۲۷ صوبوں میں یہودی آباد تھے(۱) گیارھویں صدی کا یہودی سیاح بن یامین نیشاپور کے پہاڑوں میں بیس دن کی مسافت پر محیط علاقے میں دان، آشر، گاد اور نفتالی چار اسرائیلی قبائل کے آباد ہونے کا ذکر کرتا ہے جو پہلی جلاوطنی سے تعلق رکھتے تھے۔(۲) المسعودی دریائے آمو کے ارض بنی اسرائیل میں بہنے کا ذکر کرتا ہے۔(۳) بن یامین دریائے آمو کو بائیبل کی ندی گوزان سے شناخت کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ان قبائل کی ایک طرف کی سرحد دریائے گوزان تشکیل دیتا ہے۔ وہ دریائے گوزان کے عظیم شہر غزنہ کی وسیع سرزمین اسی ہزار اسرائیلیوں کی آبادی کا ذکر کرتا ہے۔ (یہ تعداد اس کے سفرنامے میں بیان شدہ سب سے بڑی تعداد ہے)۔ وہ ہندوستان، سری لنکا، دیگر جزائر تبت، چین اور سائبیریا تک اسرائیلی جماعتوں کا ذکر کرتا ہے۔(۴) بغداد کے قریب بابل میں الکفل کے مقام پر جلاوطن نو آبادیوں کا سالانہ جلسہ ہوتا تھا جس میں ہزاروں جلاوطن اسرائیلی شریک ہوتے تھے۔(۵)

دریائے سبت کی سرزمین

قدیم یہودی لٹریچر میں اس بات پر بڑے مباحث پائے جاتے ہیں کہ کہ آخر وہ پر اسرار دریائے سبت کہاں ہے جو ہفتے میں ایک دن سبت کے طور پر بہنے سے رک جاتا ہے اور جس کے ایک طرف گمشدہ اسرائیلی قبائل اور دوسری طرف "اولاد موسیٰ" آباد ہے (۶) قدیم ہندو لٹریچر میں پنجاب کو ایک دریا کے نام پر سپت سندھو (ساتواں دریا۔ یا سات دریاؤں کے ملنے سے بننے والا دریا)

کہا گیا ہے قدیم ایرانی اسے "ہفت ہندو" کہتے تھے۔ (۷) تینوں لفظ ایک ہی ہیں اور ان کا مطلب بھی ایک ہی ہے۔ یعنی سبت دریا، سپت دریا، ہفت دریا ساتویں دن رک جانے کا قصہ یہودی علماء کا اختراع کردہ ہے۔

یہ وہ قدیم دریائے سرسوتی تھا جو آج دریائے ہاکڑا کی خشک گذرگاہ کہلاتا ہے اور چند صدیوں قبل تک زور و شور سے بہتا تھا عرب اسے دریائے مہران کہتے تھے۔ اس کا بالائی حصہ آج بھی دریائے ستلج کہلاتا ہے۔ جسے قدیم ہندو لٹریچر میں "شت ردا" لکھا گیا ہے میری رائے میں "شت ردا" کا مطلب ہے "چھ دن بعد رک جانے والا" اور اس نام میں اسی قصے کی طرف اشارہ ہے۔ آریا ان سات دریاؤں کو سات مائیں یا سات بہنیں کہتے تھے۔ اور ان میں سے سرسوتی مقدس دریا کہلاتا تھا اسی کو قدیم تذکروں میں "نادیدہ دریا" اور "گمشدہ دریا" کہہ کہ پکارا گیا ہے۔ بھوشیہ پران میں دریائے سرسوتی کو ہی بنی اسرائیل اور ہندوؤں میں حد فاصل بتایا گیا ہے:

"سرسوتی کے پوتر برہم ورت کے ماسوا سارا جگت ملیچھ اچاریہ (حضرت) موسیٰ کے ماننے والوں سے بھرا پڑا ہے" (۸)

ہندوؤں کو سرسوتی کے اس پار جانے کی ممانعت تھی۔ سرسوتی کے سوکھ جانے کے بعد دریائے سندھ کو حد فاصل قرار دیا گیا۔ تاہم بہت سے ہندو سندھ کے اس پار آباد ہیں لیکن مذہبی قانون میں اس کی ممانعت ہے۔ (۹)

ملیچھ

بھوشیہ پران میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "ملیچھ اچاریہ" یعنی ملیچھوں کا نبی کہا گیا ہے۔ اسی پران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ملیچھ دیس سے آیا بتایا گیا ہے۔ ملیچھ کے لفظ کا اول اطلاق یہودی مذہب رکھنے والوں پر ہوتا تھا۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ ہندو دوسرے مذاہب کے لوگوں بالخصوص یہودیوں کو ملیچھ کہتے ہیں (۱۰) ۔ یہی لفظ قدیم فارس میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے استعمال ہوتا تھا اور ان کو "melet" کہا جاتا تھا۔ (۱۱)

اولاد موسیٰ

دلچسپ بات یہ ہے کہ اگرچہ بڑے قوی دلائل بنی اسرائیل کے دریائے سرسوتی کے مغرب میں آباد ہونے کے ہیں لیکن ان اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کوئی یادگار قائم نہیں کی بلکہ ان کی زیادہ توجہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یادگاریں قائم کرنے میں ہی رہی ہے لیکن دریائے سرسوتی (اور آج کل دریائے سندھ) عبور کرتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب یادگاروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے مثلاً ہزارہ میں "موسیٰ کا مصلّٰی" کشمیر میں سنگ موسیٰ، عصائے موسیٰ کہنہ موسیٰ، آیت موسیٰ اور قبر موسیٰ اڑیسہ میں موسیٰ بنی (۱۲) اور چین میں کرسی موسیٰ" (۱۳) صاف معلوم ہوتا ہے کہ اولاد موسیٰ ان علاقوں میں آباد ہے۔ کشمیری پنڈتوں اور مہاراشٹر میں بہت بڑے فاصلے کے باوجود یہ تعلق برقرار ہے کہ مہاراشٹر کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ گورے رنگ کے کچھ آدمی ایک مرتبہ ایک سمندری طوفان میں بہہ کر ہمارے ہاں آگئے تھے۔ اور پھر ان سے کشمیری برہمنوں کی نسل چلی (۱۴) بالکل یہ روایت مالا بار کے قدیم یہود کے بارے میں اس علاقے میں ریکارڈ

کی گئی ہے۔ (۱۵) مالا بار کے یہود میں سے جو لاوی تھے وہ "چیت ہاون" برہمن کے نام سے ہندو مذہب میں قبول کر لئے گئے۔ (۱۶) کشمیر میں آج بھی "لاوی" قوم کے لوگ آباد ہیں۔ (۱۷) "لولاب" کشمیر میں ایک علاقہ ہے جبکہ "لولاب" ایک خالص اسرائیلی رسم کا نام بھی ہے۔ (۱۸) البیرونی نے لکھا ہے کہ اگلے وقتوں میں کشمیری سوائے اکا دکا یہودی کے اور کسی کو کشمیر میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ (۱۹) اصول کافی میں ابو سعید غانم کشمیری کا بیان موجود ہے کہ کشمیر میں اہل کتاب آباد تھے اور توریت و انجیل کی روشنی میں ہمارے فیصلے ہوتے تھے۔ (۲۰)

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ دریائے سرسوتی کے ایک طرف اسرائیلی قبائل اور دوسری طرف بنی لاوی آباد تھے جو پہلے تو ہندوؤں میں آباد تھے پھر ان کا بڑا حصہ کشمیر منتقل ہو گیا (گمشدہ قبائل سے ہونے کا دعویدار ایلداد ہادانی لکھتا ہے کہ بنی موسیٰ دریا کے دوسری طرف آباد ہیں پہلے یہ کافروں کی ناپاک سرزمین میں آباد تھے لیکن اب ایک پاک علاقے میں رہتے ہیں) (۲۱)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیاحت کرتے اور بنی اسرائیل کو پیغام حق اور "بشارت احمدؐ" دیتے دیتے آخر کار اس علاقے میں آپہنچے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بہت سے اسرائیلی بدھ مت میں داخل ہو چکے ہیں اور "اولاد موسیٰ" کا ایک حصہ برہمن بن کر ہندوؤں کو ذات پات اور براہمن و شودر کا فلسفہ ذہن نشین کروا رہا ہے۔ (اسرائیلیوں کا ایک حصہ راجستھان میں "یادو" راجپوتوں کے نام سے آباد ہو چکا ہے اور ان کا "ساماا" قبیلہ شام سے اور یہ غزنی سے آنے کے مدعی ہیں۔ اور ان کی سلطنت یادوھیا (یہودیہ) کی سلطنت کہلاتی تھی) (۲۲)

قدیم مسلمان جغرافیہ نویسوں نے افغانستان کے موجودہ شہر میمنہ کا اصل نام "یہودیہ" لکھا ہے (۲۳) اسی طرح مسلمانوں کے قبضے کے وقت کابل میں یہودیوں کا محلّہ آباد تھا۔ غزنی کا مشہور مقام میمند غزنہ یہودیہ کہلاتا تھا۔ اور یہ روایت بھی کہ بخت نصر نے یہودیوں کو ان علاقوں میں آباد کیا تھا موجود تھی (میمنہ کا نام مسلمانوں نے رکھا کیونکہ وہ یہودیہ نام کو اچھا نہیں سمجھتے تھے (۲۴) قلعہ یہودی گذشتہ صدی تک قلعہ آہن گران کی جگہ انگریزی نقشوں میں درج ہے۔ اسی علاقے سے یہودی کتابات برامد ہوئے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام افغان علاقوں میں:۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے میں افغان علاقہ باختر کہلاتا تھا اور صوبہ سرحد گندھارا۔ اس زمانے میں یہ علاقے یونانی اور ہندی تہذیبوں کے زیر اثر تھے اور کاشغر سے کراچی اور ہرات سے برما تک "کشان" حکمرانوں کا طوطی بولتا تھا۔ اس قدر وسیع سلطنت تھی کہ انگریز بھی دوبارہ اس علاقے کو اکٹھا نہ کر سکے۔ یہ کشان حکمران ایران کی طرف سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اور ان کے علاقے میں آرامی، خروشتی اور یونانی رسم الخط مستعمل تھے۔ بدھ مت کی تعلیمات نے ان کو کافی متاثر کیا تھا۔ عین پہلی صدی عیسوی کے لگ بھگ ان میں ایک

(cult) بہت ترقی کر گیا جو اس بات کا پرچار کرتا تھا کہ بدھ علیہ السلام نے جس میتریا بدھ کی پیشگوئی کی تھی وہ آنے کو ہے(۲۵) یہ در اصل وہ اسرائیلی تھے جو مسیح کا انتظار کرتے کرتے بدھ ہو گئے تھے لیکن یہ عقیدہ ساتھ لے گئے تھے اور مسیحا کو "متیا" (مشیا) کر دیا تھا۔ اسی حکمران قوم کے زمانے میں حضرت مسیح علیہ السلام اور توما حواری کے ٹیکسلا آنے کا ریکارڈ عیسائی سریانی لٹریچر میں موجود ہے۔ جس حکمران کے عہد میں آپ آئے وہ گودیفرا یا گونڈو فارس اس کے نام سے مشہور تھا(۲۶)۔ (سریانی گندافر' یونانی 'گونڈوپرس فارسی گودیفرا' ہندی 'گودووہارا' موجودہ گنڈاپور افغان قبیلہ) اس کے بھائی کا نام گاد ہے جو ایک خاص اسرائیلی نام ہے اور کسی دوسری زبان میں نہیں پایا جاتا۔

کابل اور زابل

کابل (۲۷) اور زابل (۲۸) (　　) دونوں عبرانی زبان کے لفظ ہیں۔ کابل کا مطلب ہے آبادی کے لحاظ سے ناموزوں اور ردی علاقہ اور زابل کا مطلب قابل رہائش علاقہ۔ قدیم زمانے سے اسرائیلیوں نے افغانستان کو ان دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ہرات سے ایک شاہراہ کابل کی طرف جاتی تھی اور ایک زابلستان میں سے گزرتی ہوئی قندہار اور یہاں سے موجودہ بلوچستان میں داخل ہوئی تھی۔

تخت سلیمان

موجودہ ڈیرہ اسماعیل خان میں درابن اور چودھوان کے پاس جو مشہور زمانہ چوٹی تخت سلیمان کھڑی ہے اس کو مشرق کی طرف اسرائیلیوں نے اپنی آخری حد قرار دیا (۲۹) دوسری طرف سری نگر کے اسرائیلیوں نے کوہ تخت سلیمان کا نام ایک پہاڑی کو دیا۔ بنی اسرائیل جہاں جہاں بھی آباد ہوئے ایک پہاڑ یا چوٹی کو کوہ سلیمان یا تخت سلیمان ضرور بنایا کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق مسیح نے تخت سلیمان پر جلوہ افروز ہونا تھا۔

ایک وضاحت گذشتہ قسط تک مسیح علیہ السلام کی سیاحت کے حوالے سے جو حوالہ جات درج کئے گئے وہ مسلمان مصنفین نے مشرقی عیسائیت کے لٹریچر یا زبانی روایات سے اخذ کئے تھے۔ ہرات مشرقی عیسائیت کا آخری بڑا گڑھ تھا۔ اس سے آگے غور کے پہاڑی علاقے کے سوا ہر جگہ ہندومت اور بدھ مت کا زور تھا(سوائے مالا بار کے) لہذا یہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کی روایات یا تو مختلف "علاقائی کرداروں" کی صورت میں ملتی ہیں یا پھر بدھ اور ہندو لٹریچر میں ہیں کہیں کہیں واضح طور پر یوز آسف یا عیسیٰ یا مسیح کے نام سے بھی روایات و بیانات مل جاتے ہیں۔ کشمیر کے ضمن میں اسلامی تاریخی کتب میں بھی ذکر مل جاتا ہے۔

یوز آسف نبی کے چبوترے

غزنی اور پغمان (جلال آباد) میں یوز آسف نبی کے چبوترے موجود ہیں۔ ان کا علم پہلی مرتبہ ۱۸۹۹ء میں ہوا۔ ملفوظات جلد اول میں اس کی تفصیل یوں درج ہے:-

"اس ہفتہ میں سب سے عجیب اور دلچسپ بات جو واقع ہوئی اور جس نے ہمارے ایمانوں کو

بڑی قوت بخشی وہ ایک چٹھی کا حضرت کے نام آنا تھا۔ اس میں پختہ ثبوت اور تفصیل سے لکھا تھا کہ جلال آباد (علاقہ کابل) کے علاقہ میں یوز آسف نبی کا چبوترہ موجود ہے اور وہاں مشہور ہے کہ دو ہزار برس ہوئے کہ یہ نبی شام سے یہاں آیا تھا اور سرکار کابل کی طرف سے کچھ جاگیر بھی اس چبوترہ کے نام ہے۔ زیادہ تفصیل کا محل نہیں۔ اس خط سے حضرت اقدس اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ گواہ اور علیم ہے کہ اگر مجھے کوئی کروڑوں روپے لا دیتا تو میں کبھی اتنا خوش نہ ہوتا جیسا اس خط نے مجھے خوشی بخشی ہے" (۳۰)

تریاق القلوب میں فرمایا:

مسیح ...... ایک مدت تک اس جگہ جو کوہ نعمان کہلاتا ہے۔ اس کے قریب سکونت پذیر رہے اور اس کے بعد پنجاب آئے ......(۳۱)

مہترلامک

افغانستان میں لمغان کے صوبے میں مہترلام شہر میں مہترلام یا لامک کی زیارت ہے جسے حضرت نوح علیہ السلام کے والد لامک کی طرف منسوب کیاجاتا ہے(۳۲)

حضرت مفتی محمد صادق ...... لکھتے ہیں:۔

"جن دنوں حضرت صاحب کتاب "مسیح ہندوستان میں" (غالباً ۱۸۹۹ء) لکھ رہے تھے۔ ان ایام میں ایک دوست نے جن کا نام میاں محمد سلطان تھا اور لاہور میں درزی کا کام کرتے تھے یہ ذکر کیا کہ ایک دفعہ میں افغانستان گیا تھا۔ اور وہاں مجھے قبر دکھائی گئی تھی۔ جو لامک نبی کی قبر کہلاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا کہ بعض دفعہ کسی بزرگ یا نبی کے بیٹھنے کی جگہ کو بھی قبر کے طور پر لوگ بنا کر اوس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت مسیح ناصری فلسطین سے کشمیر آتے ہوئے افغانستان میں سے گذرے ہوں۔ اور وہاں کسی جگہ چند روز قیام کیا ہو۔ اور کسی تغیر کے ساتھ اس جگہ ان کا نام لامک مشہور ہو گیا ہو۔ تب حضور نے مجھے فرمایا کہ لغت عبرانی سے دیکھنا چاہئیے کہ لفظ لامک کے کیا معنے ہیں۔ تب میں اپنی لغت کی کتاب لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں اندرون خانہ حاضر ہوا۔ اور لفظ لامک کے معنے اس میں سے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کئے۔ کہ لامک کے معنی ہیں جمع کرنے والا چونکہ جمع کرنے والا مسیح ناصری کا نام ہے اور اس کا یہ نام موجودہ اناجیل میں درج ہے جہاں اس نے کہا ہے۔ کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے کے واسطے آیا ہوں۔

اس بات کو سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے سجدہ کیا۔ اور میں نے بھی حضرت صاحب کو دیکھ کر سجدہ کیا۔ حضور ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تخت پر ہی حضور نے سجدہ کیا۔ میں نے فرش پر سجدہ کیا"(۳۲)

حضرت قاضی محمد یوسف .... نے مزید تحقیق کی:

"نعمان علاقہ افغانستان میں تین قبریں بنی ہوئی ہیں۔ ایک مہترلام کی ایک نورلام کی ایک ان کی ہمراہی عورت کی۔ ہو سکتا ہے کہ مہترلام حضرت عیسیٰ ہو۔ نورلام تھوما رسول ہو اور وہ عورت مریم ہو۔ وہاں کے باشندے کہتے ہیں کہ دراصل یہ ان کی نشست گاہ ہیں۔ ان پر قبریں فرضی بنی ہیں۔ یہاں پر یہ لوگ ٹھہرے تھے۔ وہ لوگ مہترلام کو نبی کہتے ہیں جو بہرحال حضرت محمد صلعم سے پہلے ہوا ہے۔(۳۳)

طبقات ناصری کا بیان

"عربی میں لمک کے معنی قلیل یعنی تھوڑے کے ہیں۔ وہ شام، حجاز، ہرات، ماوراء النہر فارس، کرمان قہستان اور خراسان سب ملکوں میں پھرا۔ کتاب الاغانی میں اسحاق موصلی کی روایت ہے کہ لمک کا ایک بیٹا فوت ہو گیا تھا۔ اس کی مفارقت پر باپ نے بہت گریہ و زاری کی۔ اپنے بیٹے کی شکل سے ملتی جلتی شکل کا بربط بنالیا تھا اسے کندھوں پر اٹھائے پھرتا۔ غم غلط کرنے کے لئے اسے بجاتا اور روتا جاتا.... مصنف کے خیال میں یہ والد نوح تھے۔"(۳۴)

مندرجہ بالا حوالے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسے نبی کے بارے میں تمثیلی کلام ہو رہا ہے جو ان ساری جگہوں پر گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں (جو اس کو اولاد کی طرح عزیز تھیں) پھرتا رہا اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کرتا رہا کہ اسے یہ فرض پورا کرنے کی توفیق مل جائے جو علاقے اس روایت میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب وہی ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے کی روایات ملتی ہیں۔ پھر لامک کے عبرانی مطلب "جمع کرنے والا" اور مندرجہ بالا روایت میں ایک دلچسپ معنوی اشتراک موجود ہے۔

(جاری)

---

(۱) کتاب مقدس۔ آستر۔ پاکستان بائبل سوسائٹی۔ انار کلی لاہور ۱۹۶۵ء

(۲)BENJAMIN OF TUDELA JEWISH TRAVELLERS 13RODWAY TRAVELLERS LONDON -1930.

(۳) "واما نہر بلخ اندی یسمی جیجون فانہ یخرج من اعین تجری حتی تاتی بلاد خوارزم و قد اجتاز قبل ذلک .بلاد الربد و اسرائیل و غیرھا من بلاد خراسان" (۴۳) المسعودی - مروج الذهب الطبعة الاولیٰ بالمطبعة الازهرية بالمصرية سنته ۱۳۰۳

(۴) JEWISH TRAVELLERS P.53 (۶) JEWISH ENCYCLOPAEDIA VOL.X (۷) خطہ پاک اوچ از مسعود حسن شہاب اردو اکیڈمی بہاولپور

(۸) بھوشیہ پران کی آلوچنا - پنڈت ستا رام جی کرت - آریہ سماج قصور ہندوستان پرنٹنگ پریس دھلی (۹) تاریخ مخزن پنجاب - مفتی غلام سرور قریشی بار اول: ۱۸۷۱ء (۱۰) آئین اکبری موجودہ ایڈیشن ۱۹۹۶ء - دوست ایسوسی ایٹس لاہور

(11) LAURENCE - - THE ECLIPSE OF CHNISTIANITY IN ASIA P - 5 CAMBRIDGE UNIVERSITY PRESS 1933- LONDON (۱۲) JEWISH ENCYCLOPAEDIA زیر لفظ OHINA (۱۳) (۱۴) تاریخ اقوام کشمیر از محمد الدین فوق (۱۵-۱۶) مالا بار میں بنی اسرائیل از مولانا سمیع اللہ - الفرقان (۱۷) تحقیق جدید - از حضرت مفتی محمد صادق صاحب (۱۸) زیر لفظ لولاب JEWISH ENCYCLOPAEDYA. (۱۹) البیرونی - کتاب الھند (۲۰) اصول کافی - کتاب الحجۃ - صفحہ ۳۳۴ (۲۱) JEWISH TRAVELERS (۲۲) THE WONDER THAT WAS INDIA (۲۳) مسالک الممالک صفحہ ۲۷۰ ابی اسحاق الکرخی لیڈن - ۱۸۷۰ (۲۴) جی - لی - اسٹرینج - جغرافیہ خلافت مشرقی - صفحہ ۴۲۵ اردو ترجمہ ۶۵۵ سنگ میل پبلی کیشنز- اردو بازار لاہور (۲۵) IMAGES OF BUDDHA (۲۶) ST THOMAS IN TEXILA (۲۷) کتاب مقدس - اب تواریخ (۲۸) لغات عبرانی - پادری ولیم ھوپر - پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی الہ آباد - ۱۸۸۰ء (۲۹) رحلۃ ابن بطوطہ صفحہ ۲۵۴ -۱۹۲۸ - مطبع الازھریہ مصر (۳۰) ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۰۳ (۳۱) تریاق القلوب صفحہ ۱۱۶ (۳۲) ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۸۳ ' ۸۴ (۳۳) عیسیٰ در کشمیر - از قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی صفحہ ۴۰ - ۱۹۴۶ (۳۴) طبقات ناصری جلد اول مرکزی اردو بورڈ لاہور - اردو ترجمہ ۱۹۷۵ صفحہ ۴۳ - آقائے حبیبی نے حواشی میں لکھا ہے کہ مشہور ہے کہ نعمان کے مہترلاک کی زیارت - نوح علیہ السلام کے والد کی ہے۔ صفحہ ۴۵

بقیہ از صفحہ ۳۷

رہے۔ جب نماز ختم ہوئی تو راجہ غلام حیدر خاں صاحب تحصیلدار پٹھانکوٹ کو بلا کر پوچھا کہ آپ کی ان لوگوں سے واقفیت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ کہا کہ میں نے ان لوگوں کو نماز میں قرآن پڑھتے سنا ہے میں اسقدر متاثر ہوا ہوں کہ حد سے باہر ہے۔ اس قسم کا ترنم اور اثر میں نے کسی کلام میں نہیں سنا اور نہ کبھی محسوس کیا۔ کیا پھر بھی یہ نماز پڑھیں گے اور مجھے نزدیک سے سننے کا موقعہ دیں گے؟ راجہ غلام حیدر خاں صاحب حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کل ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ دوسرے وقت جب ہم نماز پڑھیں گے تو صاحب بہادر بیشک ہمارے پاس بیٹھ کر قرآن سنیں۔ چنانچہ اب کے دفعہ نماز کے وقت ایک کرسی قریب بچھا دی گئی اور صاحب بہادر آ کر اس پر بیٹھ گئے۔ نماز شروع ہوئی اور مولوی عبدالکریم صاحب نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور صاحب بہادر مسحور ہو کر جھومتے رہے۔ نماز کے بعد راجہ غلام حیدر خاں سے اس قرآن خوانی کی بڑی تعریف کی"

(مجدد اعظم حصہ اول صفحہ ۶۰۶)

تصحیح: انصار اللہ کے شمارہ جولائی (مضمون حضرت مسیح موعودؑ کے شمائل و سیرت) ۱۔ صفحہ ۲۲ کی سطر ۱۱ فقرہ "جب ایک زینہ پر پیر رکھتا" نامکمل ہے۔ جس سے ابہام پیدا ہوتا ہے مکمل فقرہ یوں ہے۔ "بعض وقت جب میں ایک زینہ پر پیر رکھتا ہوں تو ایسی حالت ہوتی ہے کہ شاید دوسرے زینے پر پیر نہ رکھ سکوں گا۔" (مذکورہ اقتباس کا صفحہ ۴۵۱ - ۴۵۲) جبکہ اسی صفحہ کا دوسرا اقتباس "انعامات خداوند کریم" صفحہ ۴۴۸ سے ہے۔ نیز اسی سطر میں "کہ پائے مبارک ورم کر جاتے" حذف کر دیا جائے۔ ۲۔ صفحہ ۲۳ کے آخری پیرا میں "پھر فرماتے ہیں" کی بجائے "پھر حضور فرماتے ہیں" کے الفاظ ہیں:۔ قارئین درستی فرمالیں (ادارہ) ۳۔ صفحہ ۶ عربی منظوم کلام کے چوتھے شعر کے پہلے مصرعہ میں "الوَرٰیَّ" ہے اور آخری شعر کے دوسرے مصرعہ میں لفظ "الرُّوْحَانِیْ" ہے صفحہ ۴ سطر ۹ میں لفظ ناسوت ہے۔ احباب تصحیح فرمالیں۔

نتیجہ امتحان سہ ماہی اول ۱۹۹۸ء

مجلس انصاراللہ پاکستان کے مرکزی امتحان سہ ماہی اول ۱۹۹۸ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۲۷۲ مجالس کے ۳۱۶۲ انصار نے شرکت کی۔ مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں پوزیشن حاصل کی:۔

اول: مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب نارتھ کراچی۔ دوم: مکرم انور علی جہ صاحب گلشن حدید کراچی۔ سوم: مکرم رفیق احمد خاں صاحب راولپنڈی صدر

جن انصار نے اس امتحان میں خصوصی گریڈ کے ساتھ نمایاں کامیابی حاصل کی ان کے اسمائے گرامی بغرض دعا تحریر کئے جاتے ہیں۔

ربوہ کوارٹرز تحریک جدید: محمد سعید انصاری صاحب۔ سید رفیق احمد صاحب۔ جمال الدین شمس صاحب۔ جمیل الرحمٰن رفیق صاحب۔ ملک منصور احمد صاحب دارالصدر شرقی قریشی محمد عبداللہ صاحب۔ ریاض محمود باجوہ صاحب۔ سعید احمد اظہر صاحب۔ مبارک احمد تنویر صاحب۔ عبدالخالق خالد۔ بشارت احمد چیمہ صاحب۔ دارالصدر جنوبی فضل کریم تبسم صاحب۔ دارلبراکات مرزا غلام رسول صاحب۔ جمال الدین صاحب۔ دارالعلوم وسطی ربوہ۔ ماسٹر بشارت احمد صاحب۔ نصیر احمد ناصر صاحب۔ دارالعلوم غربی حلقہ ثناء: احمد علی صاحب۔ دارالنصر وسطی:۔ رشید احمد فاروقی۔ دارالرحمت وسطی۔ مکرم محمد ارشد قریشی صاحب۔ میاں عطاء اللہ صاحب۔ منصور احمد تاثیر صاحب۔ دارالرحمت شرقی الف: شیخ عبدالماجد صاحب۔ عبدالباسط خاں صاحب۔ عبدالرشید منگا صاحب۔ دارالرحمت شرقی:۔ نذیر احمد باجوہ صاحب۔ صوبیدار محمد اشرف خاں صاحب۔ ۔ ناصر آباد شرقی: چوہدری محمد افتخار احمد صاحب۔ فضل الٰہی ملک صاحب۔ دارالنصر شرقی ربوہ۔ سید بشیر احمد صاحب۔ مبارک احمد خاں صاحب۔ گولبازار ربوہ: عبدالماجد صدیقی صاحب۔ متفرق ربوہ: منشی شیر محمد صاحب۔ محمد سلطان اکبر صاحب۔ بشیر احمد شاہد صاحب دارالصدر غربی حلقہ القمر۔ راولپنڈی: ملک محمد عبداللہ صاحب اسلام آباد گروپ کیپٹن منیر احمد صاحب۔ عبدالمنان فیاض۔ ایم اے لطیف شاہد۔ حمید الحامد۔ گوجر خاں۔ شریف احمد اشرف صاحب کراچی: شیخ سعید احمد گلشن حدید۔ عبدالباری قیوم۔ محمد صفدر علی۔ خورشید احمد خاں۔ لاہور شیخ مامون احمد صاحب۔ رانا مبارک احمد۔ چوہدری نصیر احمد۔ شمیم احمد صدیقی۔ محمد منظور خاں ایاز صاحب۔ چوہدری نثار احمد۔ محمد سلیم اختر صاحب۔ محمد رمضان صاحب۔ کھاریاں شہر مکرم محمد یعقوب امجد صاحب محمد شفیع اسلم صاحب۔ لاڑکانہ محمد سرور ابڑو۔ میرپور A.K رانا بشارت احمد صاحب سیالکوٹ شریف احمد صاحب۔ جلال الدین شاد صاحب۔ مسعود احمد لون صاحب۔ ناصر احمد باجوہ صاحب چونڈہ۔ رانا فاروق احمد سمبڑیال۔ چوہدری نصیر احمد رلیوکے۔ سلیم احمد صدیقی رلیوکے۔ عبدالمجید بھٹی صاحب کلاس والا ضلع سیالکوٹ۔ شیخوپورہ پروفیسر محمد ثناء اللہ کیلے ٹوبہ ٹیک سنگھ پروفیسر عزیز احمد طاہر۔ سید محمد شاہ۔ بورے والا شمس الدین سیال صاحب۔ کوٹ ادو الیاس جاوید صاحب: اوکاڑہ چوہدری غلام احمد ایل پلاٹ ضلع اوکاڑہ پتوکی چوہدری اقبال احمد اختر صاحب۔ اوچ شریف حکیم محمد افضل فاروقی صاحب۔ ڈیرہ غازیخاں محمد صادق صاحب احمد آباد چوہدری نذیر احمد گھمن چک نمبر ۵ احمد آباد۔ فیصل آباد: رائے محمد اسلم کریم نگر۔ ڈاکٹر بشیر حسین تنویر۔ محمد اصغر عتیق سید محمد یحییٰ دارالحمد محمد اشرف کاہلوں۔ دارالذکر فیصل آباد۔

(عبدالخالق خالد قائد تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان)

MONTHLY **ANSARULLAH** Rabwah
EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR
Regd. No. CPL - 92 August 1998.

پاکستان سے محبت اور خلفاء احمدیت کے اہم ارشادت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ...... کا یقین تھا کہ قیام پاکستان کے پیچھے خدائی طاقت کام کر رہی ہے۔ آپ نے ۲۸ ستمبر ۱۹۵۱ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔ "پاکستان کے بننے میں بھی خدائی طاقت کا دخل تھا...... خدا تعالیٰ عالم الغیب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مسلمانوں کو بالجبر ہندو بنایا جائے گا اور سومنات مندر کی دوبارہ تعمیر ہو گی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے پسند نہ کیا کہ اس کے بندے کعبہ کی بجائے سومنات کے آگے جھکیں۔ اس نے پاکستان قائم کروا دیا .... یہ صرف خدائی طاقت تھی جس کی وجہ سے پاکستان کا رعب پڑ گیا...... پاکستان کا قائم رہنا اور بیرونی دنیا میں اس کا مشہور ہو جانا اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ خدا تعالیٰ جس کی نصرت پر آتا ہے کوئی طاقت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔" (روز نامہ الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۵۱ء)

۱۴ جون ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔ "اگر پاکستان کی طرف کسی نے نظر بد اٹھائی تو ہمارا ہر مرد، ہر عورت، ہر بچہ اور ہر بوڑھا اپنے آپ کو قربان کر دے گا مگر وہ اپنی آزادی کھونے کے لئے کبھی تیار نہیں ہو گا"۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ پاکستان سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہمارے دلوں میں اپنے ملک کے لئے جو محبت ہے یہ وہی محبت ہے جس پر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مہر لگائی ہے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ (موضوعات کبیر لامام ملا علی قاری: صفحہ ۴۰ : مطبوعہ محمدی پریس لاہور ۱۳۰۲ھ) یعنی وطن کی محبت ایمان کا ایک جزو ہے۔ یہ وہ صادق محبت ہے، یہ وہ گناہوں سے پاک محبت ہے، یہ وہ دکھ دینے کے خیالات سے مطہر محبت ہے، یہ وہ محبت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اقتدا، اور آپ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہمارے دلوں میں پیدا کی گئی ہے اور یہی وہ محبت ہے جو ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اگر ہمیں جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ لیکن اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ خواہ ہمیں ہر طرف سے برا بھلا ہی کیوں نہ کہا جائے۔" (خطبہ جمعہ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ "ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس محبت میں سب سے پیش پیش ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وطن ہم سے کیا سلوک کرے۔ ہم بہرحال اس وطن کے لئے ہر خطرے میں انشاء اللہ سب سے آگے کھڑے ہوں گے۔ ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لئے" (ماہنامہ خالد: نومبر، دسمبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۹)